بسم اللہ الرحمٰن الرحیم





جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے



الفرقان

(۱) فضائلِ قرآن مجید بیان کرنے والا (۲) غیر مسلموں یعنی آریوں، عیسائیوں اور بہائیوں کے قرآن مجید پر اعتراضات کا جواب دیکر انہیں دعوتِ اسلام دینے والا - (۳) باشندگانِ پاکستان کو عربی زبان سکھانے والا (۴) مستشرقین کے خیالات پر تحقیقی تبصرہ کرنے والا ماہنامہ!

ایڈیٹر
ابو العطاء الجالندھری
سابق ایڈیٹر رسالہ عربی "البشریٰ" حیفا

احمد نگر۔ ربوہ۔ ضلع جھنگ
پاکستان

ایک آسمانی اعلان

اللہ تعالی فرماتا ہے قل انظروا ماذا فی السموات والارض و ما تغنی الایات والنذر عن قوم لایؤمنون - فهل ینتظرون الا مثل ایام الذین خلوا من قبلهم قل فانتظروا انی معکم من المنتظرین - ثم ننجی رسلنا والذین آمنوا کذلک حقاً علینا ننج المؤمنین (یونس)

(ترجمہ) - کہ صداقت کا انکار کرنے والوں سے کہ دو کہ آسمان و زمین کے واقعات اور تغیرات پر غور کریں - ہاں نشانات اور انذاری امور کا اظہار ان لوگوں کو فائدہ نہیں دیتا جو بہرحال نہ ماننے کا فیصلہ کرکے بیٹھے ہیں - کیا ایسے لوگ ان بلاؤں اور عذابوں کا انتظار کرتے ہیں جو ان سے پہلے لوگوں پر آچکے ہیں؟ تو ان سے کہ دے کہ اندریں صورت انتظار کرو - میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں - اللہ فرماتا ہے - کہ ہم اپنے رسولوں اور مومن بندوں کو آفات سے ضرور نجات دیتے رہینگے - اس طور پر اہل ایمان کو نجات دینا ہم پر لازم ہے"

(تفسیر) - ان تین آیات میں عظیم الشان حقائق بیان ہوئے ہیں (۱) نبیوں اور ماموروں کی بعثت کے وقت زمین میں اور آسمان پر عجیب در عجیب تغیرات پیدا ہوتے ہیں ان پر غور کرنے سے انسان بصیرت حاصل کرسکتا ہے (۲) جو لوگ صداقت کے انکار کو اپنی عادت میں داخل کرلیتے ہیں وہ ربانی نشانات اور وعیدی انداز سے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتے (۳) نبی جبر و تشدد کا حامی نہیں ہوتا وہ عقل و دلیل کی طرف دعوت دیتا ہے اور بالآخر خدائی فیصلہ کا انتظار کرتا ہے (۴) خداتعالی کا وعدہ ہے - کہ وہ اپنے رسولوں اور اپنے مومن بندوں کی تائید و نصرت فرمائیگا اور انجامکار انہیں انکے دشمنوں کے شر سے نجات دیگا -

(نتیجہ) - مسلمانوں کو یقین رکھنا چاہئے کہ سچے وعدوں والا خدا آج بھی اپنے وعدہ' کذلک حقاً علینا ننج المؤمنین' کو ضرور پورا کریگا -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفرقان

جلد ۳ | بابت ماہ جولائی ۱۹۵۳ء مطابق ذوالقعدہ ۱۳۷۲ھ | عدد ۷

فہرست مندرجات

نہایت ضروری درخواست

جن احبابِ جماعت کے نام یہ رسالہ پہلی مرتبہ بطور نمونہ بھیجا جا رہا ہے ان سے درخواست ہے کہ مبلغ پانچ روپے سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر بنام مینیجر الفرقان احمد نگر۔ ربوہ بھیجکر مستقل خریداری منظور فرمائیں۔ اگر کسی وجہ سے وہ خریدار نہ بن سکتے ہوں تو ازراہِ مہربانی اسی پتہ پر ایک کارڈ کے ذریعہ اطلاع فرمائیں۔

یاد رہے کہ احبابِ جماعت کو الفرقان کی بکثرت اشاعت کرنی ضروری ہے۔

خادم

ابو العطاء جالندھری

قرآن مجید کی بیان کردہ تین صداقتیں سائنس کی بنیاد ہیں

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہٗ کی تازہ تقریر کا خلاصہ

۲۵ر جون بروز جمعرات نو بجے صبح سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے **فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ** ربوہ کا افتتاح فرمایا حضور نے ریسرچ کے ڈائریکٹر چودھری محمد عبد اللہ صاحب ایم۔ اے پی۔ ایچ۔ ڈی کے ہمراہ عمارت اور سامان کا معائنہ فرمایا اور پھر کارکنوں اور دیگر احباب جماعت کی موجودگی میں ایک نہایت اہم تقریر فرمائی جس کا خلاصہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔ تقریر کے بعد حضور نے تمام حاضرین سمیت دُعا فرمائی۔

یہ انسٹی ٹیوٹ ۱۹۴۴ء سے قائم ہے۔ اس کا مقصد صنعتوں کے ذریعہ جماعت کے مالی پہلو کو مضبوط کرنا اور جماعت میں علمی اور صنعتی ترقی کی رُوح پیدا کرنا ہے۔ اس وقت اس ریسرچ میں ڈائریکٹر صاحب کے علاوہ (۱) چودھری ناصر محمد صاحب سیال ایم۔ ایس۔ سی (۲) پیر معین الدین صاحب ایم۔ ایس۔ سی (۳) چودھری نذیر احمد صاحب ایم۔ ایس۔ سی (۴) ملک منور احمد صاحب ایم۔ ایس۔ سی بطور سکالر کام کر رہے ہیں۔ یہ جملہ سکالرز یورپ و امریکہ سے علمی تربیت حاصل کر چکے ہیں۔ اور اب پوری محنت سے فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ربوہ میں کام کر رہے ہیں۔ احباب دُعا فرماویں کہ اللہ اس ریسرچ کے مقاصدِ عالیہ کو جلد پورا فرمائے۔ آمین ——— (ابو العطاء)

آٹھ سال ہوئے مَیں نے قادیان میں ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی بُنیاد رکھی تھی۔ وہاں پر اس کا کام شروع ہو گیا تھا لیکن ۱۹۴۷ء کے انقلاب کے بعد ہمارے پاس ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔ مَیں نے ایک دوست کو تحریک کی کہ وہ ریسرچ انسٹیٹیوٹ کے ربوہ میں بنانے کے لئے ایک لاکھ روپیہ جمع کریں ایک لاکھ مَیں جمع کروں گا۔ ابھی تک مَیں تو اس بارے میں تحریک نہیں کر سکا کیونکہ جماعت کے سامنے اور بہت سی تحریکات ہیں لیکن اس دوست نے باون ہزار روپیہ کے قریب جمع کر دیا ہے۔ جس سے یہ عمارت تیار کی گئی ہے۔ اگر بقیہ رقم بھی جمع ہو گئی تو انشاء اللہ العزیز وسیع پیمانے پر کام جاری ہو جائے گا۔ اور بلڈنگ بھی مکمل ہو جائے گی۔ سر دست اس انسٹی ٹیوٹ میں پانچ ریسرچ سکالر کام کر رہے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جس آسمانی کتاب نے کائناتِ عالم پر غور کرنے کی طرف سب سے زیادہ توجہ دلائی ہے وہ قرآن کریم ہے دُنیا کی کوئی آسمانی کتاب ایسی نہیں جس نے انسان کو کائناتِ عالم پر غور کرنے کا اس طرح واضح حکم دیا ہو جس طرح قرآن کریم نے دیا ہے۔ قرآن مجید نے اس بارے میں تین بُنیادی امور بیان فرمائے ہیں:۔

اوّل۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس دُنیا کی تمام چیزیں مرکب ہیں کوئی چیز مفرد نہیں ہے۔ سب اشیاء میں ترکیب پائی جاتی ہے۔ فرمایا وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ۔

دوم - قرآن کریم کہتا ہے کہ اشیاء کی وہ ترکیب ہر وقت عمل (Mechanism) کر رہی ہے - یعنی اسکے نتائج کا ایک سلسلہ جاری ہے - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَأْنٍ کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت نئی شان اور ترکیب کے ساتھ تجلی فرماتا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ کائنات عالم کی تمام چیزیں اُس کی اس تجلی سے متاثر ہوتی ہیں - اور ان مرکب اشیاء کا سلسلہ کسی جگہ پر ٹھہر نہیں جاتا بلکہ آگے ہی آگے چلتا ہے - گویا ہر وقت نئے نتائج پیدا ہو رہے ہیں - الف اور ب کے ملنے سے ج پیدا ہوتا ہے - پھر ج اور د کے ملنے سے ق پیدا ہوتا ہے - غرض اسی طرح ایک لامتناہی سلسلہ جاری ہے -

سوم - قرآن کریم کہتا ہے کہ ان تمام اشیاء اور ان کی ترکیب اور اس ترکیب سے پیدا ہونے والے نتائج کے اسرار کو معلوم کرنا تمہارا کام ہے - اس کام کو سرانجام دینے والے ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عقلمند ہیں - اَلَّذِیْنَ یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ - وہ لوگ جو آسمان و زمین کی پیدائش کے بارے میں سوچتے رہتے ہیں اور بالآخر اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اے خدا! تو نے اس کارخانہ کو بے حکمت پیدا نہیں کیا - تو پاک ہے اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا - (آل عمران) پھر قرآن مجید یہ بھی وعدہ کرتا ہے کہ جو لوگ قوانین الٰہی میں غور کریں گے اور کائنات عالم کی حکمتوں کو سوچیں گے ان پر ان کے اسرار ضرور کھولے جائیں گے اور دُنیا کے ذرہ سے لیکر خود خدا تعالیٰ تک اُن لوگوں کے لئے کامیابی کا راستہ کھولے گا - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا کہ جو لوگ ہمارے پیدا کردہ عالم کے متعلق اور ہم تک پہنچنے کیلئے صحیح طریق سے کوشش کریں گے ہم اُن پر کامیابی کے راستے ضرور کھولیں گے -

یہ تینّ اہم صداقتیں ہیں جن کا قرآن کریم اعلان کرتا ہے اور مسلمانوں کو ان کی طرف توجہ دلاتا ہے اور یہی تینوں سائنس کی بُنیاد ہیں - ان حالات میں کس قدر تعجب کی بات ہوگی کہ مسلمان کائنات عالم سے غفلت اختیار کریں -

دُنیا میں مختلف خیال کے لوگ بستے ہیں بعض لوگ تو یہ خیال کرتے ہیں کہ دُنیا کی طرف توجہ کرنا مذہب کا کوئی حصہ نہیں بلکہ اُن کے نزدیک دُنیا سے بے توجہ رہنا مذہبی آدمی کے لئے ضروری ہے - جیسا کہ بُدھوں کا خیال ہے یا عیسائیوں کے بعض فرقے سمجھتے ہیں - بعض لوگ دُنیا کو صرف دُنیا کے نقطۂ نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اُس کو ہی اپنا منتہائے مقصود سمجھتے ہیں - بعض ایسے لوگ بھی ہیں کہ وہ کائنات عالم پر غور کرتے ہیں اور بعض ایجادات بھی ایجاد کرتے ہیں لیکن ان کے مذہب نے انہیں اس بارے میں کوئی ہدایت نہیں کی - ان کے مذہب اس پہلو سے سراسر خاموش ہیں - انہوں نے یہ طریق اپنے لئے از خود ایجاد کر لیا ہے لیکن قرآن کریم تو مسلمانوں کو نہ صرف کائنات عالم پر غور کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے بلکہ وہ اس کام کو مذہب کا ایک حصہ قرار دیتا ہے اور اس کوشش کے

نتیجہ میں ثواب اور روحانی بدلے کی اُمید دلاتا ہے اگر مسلمان اس پہلو سے غفلت اور سستی کریں تو وہ صریح طور پر قرآن کریم کے احکام سے منہ پھیرنے والے قرار پائیں گے۔

جو لوگ صحیح طور پر کائناتِ عالم پر غور کرنے والے ہیں وہ بڑی محنت سے کام کرتے ہیں۔ میں نے بہت سے سائنسدانوں کے حالات پڑھے ہیں۔ وہ بڑے انہماک سے بارہ بارہ گھنٹے تک کام کرتے ہیں اور پھر شاندار نتائج پیدا کرتے ہیں لیکن مسلمان بالعموم پانچ چھ گھنٹے کے کام کو بہت زیادہ سمجھتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ لوگ اسی لئے اپنے کام کی رپورٹ کرنے اور ڈائری لکھنے سے گھبراتے ہیں تبلیغی کام کرنے والے اور ریسرچ میں کام کرنے والے اگر اپنے کام کی ڈائری لکھیں تو اس سے انہیں صحیح طور پر احساس ہو جائے کہ انہیں کتنا کام کرنا چاہیئے تھا اور انہوں نے کتنا کیا ہے۔ سست لوگ اس بارہ میں یہ عذر کیا کرتے ہیں کہ ہم نے کام کرنا ہے یا ڈائری لکھنا ہے۔ ڈائری لکھنے اور رپورٹ کرنے میں وقت ضائع ہوتا ہے۔ یہ عذر درحقیقت نفس کا دھوکا ہوتا ہے۔ ڈائری وہی لکھ سکتا ہے جو صحیح طور پر کام کرتا ہے اور جو شخص کام نہیں کرتا وہ ڈائری لکھنے سے گریز کرتا ہے۔ ہمارا دُنیا سے بہت بڑا مقابلہ ہے ہماری ریسرچ انسٹیٹیوٹ دُنیا کی لیباریٹریوں اور ریسرچ انسٹیٹیوٹوں کے مقابلہ میں بلحاظ اپنے سامان اور کارکنوں کے کوئی حیثیت نہیں رکھتی لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ اصل کام یہ ہے کہ انسان میں اپنی ذمہ داری کو ادا کرنے کی روح پیدا ہو جائے اور یہ روح محنت اور ایثار سے پیدا ہوتی ہے۔ جب ہمیں یہ معلوم ہو کہ ہم نے بہت بڑے دشمن سے مقابلہ کرنا ہے تو ہمارے اندر کام کرنے کی روح بڑھ جائے گی۔ ہمارے اس مقابلہ کی بنیاد روپے پر نہیں ہے۔ دُنیا کے مقابلہ میں ہمارے پاس روپیہ ہے ہی نہیں۔

نپولین کا قول ہے کہ ناممکن کا لفظ میری ڈکشنری میں نہیں ہے اس کے یہی معنی تھے کہ نپولین کسی کام کو ناممکن نہیں سمجھتا تھا۔ ہاں وہ اُسے مشکل ضرور سمجھتا تھا اور پھر ہمت سے اُس کام کو سر انجام دیتا تھا۔ دُنیا میں بہت سے لوگ ایسے گزرے ہیں کہ وہ اپنی اولوالعزمی سے سامانوں کے مفقود ہونے کے باوجود کامیابی کا راستہ نکال لیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے وقت مسلمانوں پر جو غفلت اور جمود کی حالت طاری تھی اُس کو بیداری سے بدلنا ناممکن سمجھا جاتا تھا لیکن آپ نے مسلمانوں کے اندر اُمید کی کرن پیدا کر دی اور انہیں بیدار کر دیا۔ یورپین مصنفین حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے کے ہندوستانی مسلمان لیڈروں یعنی سرسید احمد خاں، امیر علی وغیرہ کو اپالوجسٹ (Apologists) یعنی معذرت کرنے والے قرار دیتے تھے لیکن وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا طریق اسلام کی طرف سے معذرت خواہانہ نہیں بلکہ جارحانہ حملے کا طریق ہے۔ ابھی ایک مشہور مغربی مصنف نے تحریکِ احمدیت کا ذکر اسی انداز میں کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مستقبل کے متعلق ایک ایسی جگہ بھی آتی ہے جہاں پر مؤرخ کو خاموش ہونا پڑتا ہے۔ تحریکِ احمدیت کے مستقبل کے ذکر میں اُس نے لکھا ہے کہ بہت سے گھوڑے جو گھوڑدوڑ کی ابتداء میں کمزور نظر آتے ہیں وہی بسا اوقات اوّل نکلتے ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اس وقت مذہبی دُنیا میں جو تغیرات پیدا ہوتے ہیں اور مسلمانوں میں جس قدر بیداری نظر آتی ہے وہ حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم کے نتیجہ میں ہے۔ اب مسلمانوں میں سے

ننانوے فیصدی لوگ وفاتِ مسیح کے عقیدہ کو ماننے لگ گئے ہیں، عصمتِ انبیاء کو ماننے لگ گئے، عدمِ نسخِ قرآن کے نظریے کو بھی ننانوے فیصدی لوگ ماننے لگ گئے ہیں حالانکہ گزشتہ بارہ سو سال میں علمائے اسلام قرآنی آیات میں منسوخ ہونے کا عقیدہ رکھتے آئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہایت لطیف رنگ میں انہی آیات سے بہت سی حکمتیں بیان فرمائیں جنہیں لوگ منسوخ سمجھتے تھے۔ اِس طرح مسئلہ نسخِ قرآن کی بنیاد کو آپ نے توڑ کر رکھ دیا۔ تمام وہ مسائل جو پاتی دنیا اور مسلمانوں کے لئے مشکوک بلکہ مخالفانہ طور پر تسلیم کئے جاتے تھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن کو بدل دیا۔ پس ناممکن بات کو خدا تعالیٰ کے فضل سے ممکن بنایا جا سکتا ہے۔ جب ہم قادیان سے نکلے ہیں تو خود جماعت کا ایک بڑا حصہ کہتا تھا کہ اب ہمارے پاؤں کس طرح جمیں گے لیکن دیکھ لو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب ہمارا بجٹ پہلے سے زیادہ ہے اور مخالفت کے باوجود جماعت کی ترقی ہو رہی ہے۔ اقتصادی حالت بھی پہلے سے بہتر ہے۔ اگر جماعت کی صحیح تربیت کی جائے تو چند سے دُگنے ہو سکتے ہیں۔ میرے نزدیک ریسرچ سکالر کو یہ کبھی نہیں سوچنا چاہیئے کہ کوئی ایسی بات بھی ہے جو نہیں ہو سکتی۔ اس کو اپنی تحقیقات کے سلسلہ کو پھیلانے میں بھی نہ ماننا چاہیئے کہ میں دُنیا کو پیدا نہیں کر سکتا۔ (گو یہ پیدا کرنا مجازی رنگ میں ہی ہوگا) یہ تو درست ہے کہ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے ناممکن قرار دیدیا ہے وہ بہرحال ناممکن ہیں لیکن یہ درست نہیں کہ جن چیزوں کو انسان کسی وقت ناممکن کہہ دیں وہ فی الواقعہ ناممکن ہوتی ہیں۔ ابھی جب ایٹم بم ایجاد ہوا تو وہ سائنسدان جو کہتے تھے کہ دُنیا کا کبھی خاتمہ نہیں ہو سکتا وہ کہنے لگ گئے کہ اِس ایجاد سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ دُنیا ختم ہو سکتی ہے۔ چار پانچ ماہ تک وہ لوگ Chain Reaction (تسلسلِ ردِ عمل) کے نظریہ کے ماتحت دُنیا کے خاتمہ کے قائل رہے ہیں۔ بہرحال ریسرچ کرنے والے انسان کے لئے بہت بڑی وسعت ہے۔ دُنیا میں ایک وقت میں ایک چیز ناممکن سمجھی جاتی ہے اور پھر وہ ممکن ہو جاتی ہے۔ گویا قدرت بھی اپنے دائرہ کو لمبا کرتی رہتی ہے۔ پہلے لوگ دُنیا کی لمبائی کا اندازہ روشنی کے تین ہزار سال سمجھتے تھے جنگ کے بعد یہ اندازہ چھ ہزار سال تک پہنچ گیا اور اب نیا نظریہ یہ ہے کہ دُنیا کی لمبائی روشنی کے چھتیس ہزار سال کے برابر ہے۔

اِس وقت محققین کے دو نظریئے ہیں۔ بعض لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ دُنیا Expand ہو رہی ہے۔ جوں جوں ہم علمی طور پر آگے بڑھتے ہیں دُنیا کی وسعت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ درحقیقت ابھی تک ہم نے صحیح اندازہ ہی نہیں کیا۔ ہمارے سارے اندازے ناقص اور کم ہیں۔ قرآن مجید کہتا ہے۔ اِلٰی رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا کہ ہر چیز کی اُلجھنیں اللہ ہی حل کر سکتا ہے۔ اور ہر چیز انجامکار تیرے رب کی طرف پہنچتی ہیں۔ گویا ہمارے سامنے Unlimited Sources (غیر محدود خزانے) موجود ہیں جن کی ریسرچ ہم نے کرنی ہے لیکن ہمارے پاس سامان نہیں۔ ایٹم بم کے متعلق پانچ ہزار مدد کر کام کر رہے ہیں لیکن ہمارے ہاں یہاں صرف پانچ کارکن ہیں۔ پھر انکے سامانوں کی فراوانی سے بھی ہمیں کوئی نسبت نہیں۔ اُن لوگوں کا بجٹ دو دو ارب کا ہوتا ہے۔ ہمارے ریسرچ کے بجٹ کو اُن کے بجٹ کے ساتھ کوئی نسبت نہیں۔ ظاہر ہے کہ جب سامان تھوڑے

ہوں اور کام کرنیوالے آدمی تھوڑے ہوں تو کام کی نسبت زیادہ ہونی ضروری ہے۔ کم ہمت آدمی کام کی زیادتی کو دیکھ کر کہتا ہے کہ بہت کام ہے مجھ سے تو یہ ہو ہی نہیں سکیگا اسلئے وہ کام چھوڑ کر بیٹھ جاتا ہے اور مختلف جھوٹے عذرات پیش کرتا ہے لیکن اچھا آدمی کام کی زیادتی کی وجہ سے گھبراتا نہیں بلکہ کہتا ہے کہ مَیں کام کے لئے وقت کی مقدار کو بڑھا کر اور محنت میں اضافہ کر کے اس کام کو کروں گا۔ سوچ لو کہ جب دُنیا کے سامنے یہ حقیقت واضح طور پر پیش ہو کہ ایک شخص ایسا ہے کہ زیادہ کام کو دیکھ کر اُس نے کام کرنا ہی چھوڑ دیا اور دوسرا ایسا ہے کہ کام کی زیادتی کی وجہ سے اس نے زیادہ محنت اور زیادہ ہمت سے کام کو سرانجام دیا تو دُنیا اُن میں سے کس کو اچھا سمجھے گی اور کس کو بُرا قرار دے گی۔ صحابہؓ کی کامیابی تو خاص خدائی نصرت کا نتیجہ تھی دُنیوی طور پر بھی بعض لوگ ایسے گزرے ہیں جنہوں نے بظاہر ناممکن کاموں کو ممکن کر دکھایا ہے سکندر، چنگیز خاں، تیمور، بابر اور ہٹلر وغیرہ ایسے ہی لوگ تھے۔ ان کے علاوہ اور بہت سے لوگ گزرے ہیں جنہوں نے اپنی قربانی اور ایثار سے بڑے بڑے کام کر دکھائے ہیں۔ ٹرکی کی گزشتہ جنگ میں ایک کرنیل کا واقعہ مَیں نے پڑھا ہے کہ ایک قلعے کو فتح کرنے کے لئے وہ اپنے ساتھیوں سمیت پہاڑی پر چڑھ رہا تھا کہ درمیان میں اُسے گولی لگی اور وہ زخمی ہو گیا۔ اُس کے سپاہی محبت کی وجہ سے اُس کی خبر گیری کے لئے بڑھے مگر اُس نے کہا کہ تم لوگ مجھے ہاتھ مت لگاؤ، وہ سامنے قلعہ ہے جس کا فتح کرنا ہمارا مقصد ہے جاؤ اور اُس قلعہ کو فتح کرو۔ اگر فتح کر لو تو اس قلعے کے اُوپر میری لاش کو دفن کرنا ورنہ اُسے کُتّوں کے کھانے کے لئے چھوڑ دینا۔ اُس کے اِس جذبہ کا اسکے ساتھیوں پر وہ اثر ہوا کہ سب نے نہایت ہمت کے ساتھ جنگ کی اور قلعے کو فتح کر لیا۔ پس دُنیا میں کوئی کام ناممکن نہیں۔ صرف وہی کام ناممکن قرار دیا جائے گا جسے ہمارا خدا ناممکن قرار دے۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے قرآن کریم نے کائناتِ عالم کے رازوں کو جاننے کی طرف خود توجہ دلائی ہے اور وعدہ کیا ہے کہ جو لوگ صحیح رُوح سے اِس راستے میں کام کریں گے وہ ضرور کامیاب ہوں گے۔ پس مَیں اِس انسٹیٹیوٹ کے افتتاح کے وقت توجہ دلاتا ہوں کہ اپنے اندر قرآنی رُوح پیدا کرو۔ زیادہ محنت اور زیادہ وقت لگا کر کام کرنے کی عادت ڈالو۔ تب بہت سی چیزیں جو دُنیا کے لئے ناممکن ہیں تمہارے لئے ممکن ہو جائیں گی۔ تمہارے سامنے کائناتِ عالم کی کوئی دیوار بند نہیں۔ تم جس طرف بڑھنا چاہو اللہ تعالےٰ کی نصرت تمہارے لئے دروازہ کھول دے گی۔ تمہارا یہ کام کوئی دنیوی کام نہیں بلکہ حقیقتاً دینی کام ہے۔ قرآن مجید کے حکم کی تعمیل ہے اور پھر اِس ریسرچ میں حقیقی طور پر کام کرنے والے کا دکن سلسلہ کے لئے مالی طور پر بہت ممد ہو سکتے ہیں اور اخلاقی طور پر بھی۔ اُن کے زیادہ محنت سے کام کرنے کو دیکھ کر ان کے اِس کیریکٹر کا اثر باقی افراد اور خصوصاً تبلیغی کام کرنے والوں پر بھی پڑے گا۔ اور اسی میں ہماری کامیابی کا راز ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر توکّل کر کے ہمت اور عزم کے ساتھ زیادہ وقت لگا کر اور زیادہ محنت کے ساتھ کام کریں خدا تعالیٰ کی نصرت ہمارے شاملِ حال ہو گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق بخشے۔ آمین *

تعلیم اللغة العربیة

عربی زبان کے متعلق آسان اسباق

(سلسلہ کے لئے الفرقان جنوری ۱۹۵۳ء ملاحظہ فرمائیں!)

پانچواں سبق ——— (ذخیرۂ الفاظ)

آمَنَ	يُؤْمِنُ ،	سَفِيْهٌ	سُفَهَاءُ	
وہ ایمان لایا	وہ ایمان لاتا ہے یا لائیگا	(ایک) بیوقوف	(بہت) بیوقوف	
لَقِيَ	لَقُوْا	مُسْتَهْزِئٌ	رِبْحٌ	اِسْتَوْقَدَ
وہ ملا	وہ ملے	ٹھٹھا کرنیوالا	نفع	اُس نے آگ جلائی
وَقُوْدٌ	اَضَاءَتْ	ذَهَبَ	ذَهَبَ بِهٖ	
ایندھن	روشن ہوئی یا اُس روشن کیا	وہ چلا گیا	وہ اُس کو لے گیا	
اَصَمُّ	صُمٌّ	اَبْكَمُ	بُكْمٌ	اَعْمٰى
بہرہ مرد	بہرے مرد (جمع)	گونگا مرد	گونگے مرد (جمع)	اندھا مرد
عُمْيٌ	صَيِّبٌ	سَمَاءٌ	رَعْدٌ	صَاعِقَةٌ
اندھے مرد (جمع)	بارش	آسمان یا بادل	کڑک	بجلی یا بجلی کی گرج
صَوَاعِقُ	خَطِفَ	يَخْطَفُ	مَشٰى	يَمْشِيْ
صاعقۃ کی جمع	اُس نے اچک لیا	وہ اُچک لیگا	وہ چلا	وہ چلتا ہے
بَصَرٌ	اَبْصَارٌ			
آنکھ۔ بینائی	بصر کی جمع ہے			

عربی میں ترجمہ کریں:۔

(۱) زید اللہ پر ایمان لایا۔ (۲) بکر نے آگ جلائی۔ (۳) وہ بے وقوف آدمی ہے۔ (۴) میں ایک بے وقوف آدمی سے ملا۔ (۵) ٹھٹھا کرنے والا مت بن۔ (۶) تو اپنی تجارت میں بہت نفع حاصل کریگا۔ (۷) اس گھر میں آگ روشن ہوگئی۔ (۸) خالد اپنی کتابیں لے گیا۔ (۹) تم میں سے کون گونگا ہے؟ (۱۰) بادل سے بارش برسی۔ (۱۱) چمک نے اس کی نظر اُچک لی۔ (۱۲) میں مسجد کی طرف چلا۔ (۱۳) وہ بازار میں وقار سے چلتا ہے (۱۴) اُسکی آنکھوں پر پٹی ہے۔ (۱۵) میرے پاس بہرہ آدمی آیا (۱۶) کڑک سے مت ڈر۔ (۱۷) میں نے کل اندھا آدمی دیکھا۔ (۱۸) کیا گھر میں ایندھن ہے؟ (۱۹) وہ سب ایمان لائیں گے (۲۰) میں ٹھٹھا کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

مندرجہ بالا اُردو فقرات کا عربی ترجمہ:۔

(۱) آمَنَ زَيْدٌ بِاللّٰهِ (۲) اِسْتَوْقَدَ بَكْرٌ نَارًا (۳) هُوَ سَفِيْهٌ (۴) لَقِيْتُ سَفِيْهًا۔ (۵) لَا تَكُنْ مُسْتَهْزِئًا (۶) اَنْتَ تَرْبَحُ فِيْ تِجَارَتِكَ رِبْحًا عَظِيْمًا (۷) اَضَاءَتِ النَّارُ فِيْ هٰذِهِ الدَّارِ (۸) ذَهَبَ خَالِدٌ بِكُتُبِهٖ۔ (۹) اَيُّكُمْ اَبْكَمُ؟ (۱۰) نَزَلَ الْمَطَرُ مِنَ السَّمَاءِ۔ (۱۱) خَطِفَ الْبَرْقُ بَصَرَهٗ (۱۲) مَشَيْتُ اِلَى الْمَسْجِدِ (۱۳) هُوَ يَمْشِيْ فِي السُّوْقِ هَوْنًا (۱۴) عَلٰى اَبْصَارِهٖ غِشَاوَةٌ (۱۵) جَاءَنِيْ اَصَمُّ (۱۶) لَا تَخَفْ مِنَ الرَّعْدِ (۱۷) رَاَيْتُ اَمْسِ رَجُلًا اَعْمٰى۔ (۱۸) هَلْ فِي الْبَيْتِ وَقُوْدٌ؟ (۱۹) هُمْ يُؤْمِنُوْنَ (۲۰) مَا اَنَا مِنَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ۔

چھٹا سبق

اسم۔ فعل اور حرف کی پہچان

عربی کلمات تین قسموں میں منقسم ہوتے ہیں۔ (۱) اسم۔ اسم وہ کلمہ ہے جس کے معنے سمجھنے کے لئے کسی ضمیمہ کی ضرورت نہ ہو جیسے

مستقل بالفہم ہو۔ ہاں اس کلمہ کی ساخت کسی زمانہ پر دلالت نہ
کرتی ہو۔ جیسے زَیْدٌ ۔ ذِبْحٌ ۔ نَارٌ ۔ کُتُبٌ ۔ (۲) فعل ۔ فعل
وہ کلمہ ہے جو مستقل بالفہم تو ہو مگر اس کی وضع ماضی، حال یا مستقبل
میں سے کسی زمانہ پر دلالت کرتی ہو۔ جیسے آمَنَ ۔ لَقِیْتُ ۔
تَرْبَحُ ۔ اَضَاءَتْ ۔ (۳) حرف ۔ حرف وہ کلمہ ہے جو اپنے
مفہوم کو کسی ضمیمے کے لگانے کے بغیر واضح نہ کر سکے اور نہ ہی
کسی زمانہ پر دلالت کرے، جیسے مِنْ ۔ فِیْ ۔ اِلٰی ۔ عَلٰی ۔

سوالات

(۱) مندرجہ بالا بیس عربی فقرات میں سے فعل، اسم اور حرف
پر الگ الگ نشان لگائیں۔

(۲) ان فقرات میں جتنے اسم ہیں ان کے آخری حرف پر کیا کیا
حرکت ہے یعنی زبر، زیر، پیش اور سکون میں سے کون کون سی
حرکت آئی ہے اور کونسی حرکت نہیں آئی؟

(۳) ان فقرات میں جتنے فعل آئے ہیں بتائیے ان میں سے
کتنے زمانہ ماضی پر دلالت کرتے ہیں اور کتنے زمانہ
حاضر پر اور کتنے مستقبل کے زمانہ پر؟

(۴) جو فعل زمانہ ماضی پر دلالت کرتے ہیں ان سب کو
واحد مذکر غائب کے صیغوں میں لکھیں اور بتائیں
کہ ان کے آخری حرف پر زبر، سکون یا پیش میں سے کونسی
چیز ہے؟

وضاحت اور مشق

(۱) آمَنَ زَیْدٌ بِاللّٰہِ میں آمَنَ فعل ہے کیونکہ یہ
مستقل بالفہم ہے اور زمانہ ماضی پر دلالت کرتا ہے
زَیْدٌ اسم ہے کیونکہ یہ بغیر ضمیمہ لگانے کے سمجھ تو آجاتا
ہے مگر چونکہ زَیْدٌ کی ساخت (فَعْلٌ) کسی زمانہ پر دلالت نہیں
کرتی اسلئے یہ اسم ہے۔ اللّٰہ کا لفظ بھی اسم ہے۔ بِ
حرف ہے کیونکہ یہ سرے سے مستقل بالفہم ہی نہیں ہے۔

(۲) فقرہ هُوَ یَمْشِیْ فِی السُّوْقِ میں هُوَ اسم ہے۔ یَمْشِیْ
فعل ہے اور زمانہ حاضر پر دلالت کرتا ہے۔ فِیْ حرف ہے
اَلسُّوْقِ اسم ہے۔

نوٹ :۔ آپ اسی طرح سب جملوں کا تجزیہ کریں اور
اسم، فعل اور حرف کو الگ الگ پہچان لیں۔

ضروری تنبیہہ :۔ مندرجہ بالا فقرات میں سے پہلی
مثال آمَنَ زَیْدٌ بِاللّٰہِ میں زَیْدٌ اسم ہے اور اس پر پیش
ہے۔ اِسْتَوْقَدَ بَکْرٌ نَارًا میں نَارًا اسم ہے اور اس پر زبر
ہے۔ نَزَلَ الْمَطَرُ مِنَ السَّمَاءِ میں السَّمَاءِ اسم ہے اور
اس پر زیر ہے۔

قاعدہ :۔ اس سے آپ یہ قاعدہ یاد رکھیں کہ اسم کے
آخری حرف پر مختلف حالات میں زیر، زبر اور پیش آسکتی ہے۔
اس بدلنے والی حرکت کو اصطلاح میں اعراب کہتے ہیں اور
اعراب کی صورت میں پیش کو رفع اور زبر کو نصب اور زیر کو
جر کہتے ہیں، پس معلوم ہوا کہ اسم پر تین اعراب آسکتے ہیں رفع،
نصب اور جر۔

ساتواں سبق

مندرجہ ذیل عربی فقرات کا اردو میں ترجمہ کریں:۔

(۱) اَللّٰہُ رَزَقَنِیْ مَالًا (۲) هَدَاہُ رَبُّہٗ اِلٰی صِرَاطٍ
مُسْتَقِیْمٍ (۳) لَا یُنْفِقُ زَیْدٌ مَالَہٗ (۴) اَنْتُمْ مُفْلِحُوْنَ
(۵) هُوَ مُفْسِدٌ (۶) هُمْ کَافِرُوْنَ (۷) هُوَ یَخَافُ
مِنَ الرَّعْدِ (۸) مَنِ اسْتَوْقَدَ نَارًا (۹) نَحْنُ نَعْبُدُ
اللّٰہَ (۱۰) حَصَلَ لَہٗ ذِبْحٌ عَظِیْمٌ ۔

قرآنی حقائق و معارف کا خزانہ

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ کے تازہ درس القرآن کے مختصر نوٹ

(سلسلہ کے لئے الفرقان ماہ جون ۱۹۵۳ء ملاحظہ فرمائیں — ایڈیٹر)

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ کے ذکر کی حکمت! قرآن مجید نے فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ میں عیسائیوں کے اس قول کی تردید کی ہے کہ حضرت مسیحؑ کی والدہ اُن پر ایمان نہ لائی تھیں اور وہ اُن کی تائید میں نہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت مریمؑ ہر رنگ میں حضرت مسیحؑ کی تائید و نصرت کرتی تھیں اور وہ اُن پر ایمان لائیں اور اُن کی تعلیم کے مطابق عمل کرتی تھیں۔

لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا تو گند لائی ہے تو نے ایسا کام کیا ہے جو سخت گھناؤنا ہے۔

يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا اے ہارون کی بہن! تیرا باپ بُرا آدمی نہ تھا اور تیری ماں بدکار نہ تھی تو نے یہ کام کیسے کیا؟

اُخت ہارون کہنے کی وجہ مفسرین کہتے ہیں کہ مریم کی دوسری والدہ کی طرف سے اُن کا ایک بھائی ہارون نامی تھا اسی وجہ سے یہود انہیں اُخت ہارون کہتے تھے یہودی تاریخ سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ بعض انگریز مصنف کہتے ہیں کہ ہارون کی بہن بلحاظ خاندان کے قرار دیا گیا ہے۔ یہ جواب بھی درست ہو سکتا ہے۔ کیونکہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے جب اُخت ہارون کے متعلق سوال پیدا ہوا تھا تو آپؐ نے اسی رنگ میں اس کی تشریح فرمائی تھی۔

میرے نزدیک حضرت مریم کو یہود کا اُخت ہارون کہنا طنز ہے۔ حضرت مریم اُمّ عیسیٰؑ سے پہلے بائیبل میں حضرت موسیٰؑ کی بہن مریم کا ذکر آتا ہے۔ یہ مریم حضرت ہارونؑ کی سگی بہن تھی اور حضرت موسیٰؑ کی سوتیلی۔ بائیبل کی کتاب گنتی باب ۱۲ میں مذکور ہے کہ مریم اور ہارونؑ نے حضرت موسیٰؑ پر ایک کوشی عورت کے متعلق الزام لگایا تھا جس کے نتیجہ میں مریم مبروص ہو گئی تھی۔ یہود نے حضرت مریمؑ کو اس موقع پر یا اخت ہارون کہہ کر طنزاً اشارہ کیا ہے کہ وہ مریم جو ہارون کی بہن تھی اور کوڑھی ہو گئی تھی اسی طرح تو بھی ایک طوفان لائی ہے تو بھی کوڑھی ہو جائے گی۔

فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ حضرت مریمؑ نے حضرت مسیحؑ کی طرف اشارہ کیا یعنی اس سوال کا جواب یا اس الزام کی تردید یہ خود کرے گا۔

حضرت مریمؑ کے اس اشارہ کرنے سے ظاہر ہے کہ حضرت مریمؑ کو معلوم تھا کہ مسیحؑ اس اعتراض کا خود جواب دیگا۔ اس سے اُن لوگوں کے خیال کی تردید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ نے یہ پہلے دن معجزانہ کلام کیا تھا۔ ایسی صورت میں تو مریمؑ کو اُن کے کلام کرنے کا علم نہیں ہونا چاہیئے تھا مگر اشارہ کرنا بتلاتا ہے کہ حضرت مسیحؑ اس سے قبل بھی بولا کرتے تھے۔

ایک استدلال کا جواب اس جگہ اگر یہ کہا جائے کہ چونکہ حضرت مریمؑ کو حضرت مسیحؑ کے بارے میں بتایا گیا تھا کہ يُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا اسلئے حضرت مریمؑ نے اُن کی طرف اشارہ کر دیا تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ پیشگوئی میں یہ تو نہیں بتایا گیا تھا کہ وہ کب بولے گا۔ سوال تو یہی ہے کہ حضرت مریمؑ کو اس موقع پر کس نے بتایا تھا کہ اس اعتراض کا جواب اب حضرت مسیحؑ دیں گے۔ غور کیا جائے تو فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت مسیحؑ پہلے بھی باتیں کیا کرتے تھے اسی لئے حضرت مریمؑ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ وہ خود اس الزام کی تردید کریں گے دوسرے اس پیشگوئی میں فِي الْمَهْدِ کے ساتھ كَهْلًا کا لفظ بھی ہے۔ کیا کہولت میں بھی کسی دوسرے کلام نہیں کی، کیا کہولت کے زمانہ میں محض بولنا معجزہ ہے؟ کہل ہونے کی حالت میں تو ہر شخص کلام کرتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ پیشگوئی میں نفسِ کلام کو معجزہ قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چالیس سال کی عمر سے ۶۳ سال کی عمر تک نازل ہوا مگر وہ تمام کلاموں سے بڑا معجزہ ہے۔ يُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا میں حضرت مسیحؑ کے کلام کی عظمت کی وجہ سے اسے معجزہ قرار دیا گیا ہے یعنی یہ بتایا گیا ہے کہ وہ اپنی جوانی اور کہولت میں ایسی باتیں کیا کریں گے جو اُن کا معجزہ ہوں گی اور یہ ہے بھی ٹھیک کیونکہ ہر نبی کو یہ معجزہ دیا جاتا ہے۔ وہ دلائل و براہین کے لحاظ سے اپنے دشمنوں پر غالب آتا ہے۔

قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۝

حضرت مریمؑ کے حضرت مسیحؑ کی طرف اشارہ کرنے پر یہودی اکابر نے کہا کہ ہم اس شخص سے کیا بات کریں جو ہمارے سامنے کل کا بچہ ہے۔ چونکہ یہ قوم کے بڑے لوگ تھے اور حضرت مسیحؑ اُن کے سامنے عمر کے لحاظ سے بچے ہی تھے اسلئے اُنہوں نے ازراہِ تحقیر کہا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا۔ لفظ مَهْد تیاری کرنے کے معنے میں آتا ہے۔ مَهَدْتُ لَهُ تَمْهِيدًا یعنی میں نے اس کی ترقیات کے لئے سامان پیدا کئے پس ایسی عمر جس میں کسی مقصد کے لئے تیاری کی جا رہی ہو مہد کہلاتی ہے۔

قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ۝

حضرت مسیحؑ نے جواب دیا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ اس کے احکام کی اطاعت کرتا ہوں اور اس کی صفات کا مظہر ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے۔

وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۝ وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ۝

اُس نے مجھے ہر جگہ مبارک بنایا ہے اور اُس نے مجھے تا زندگی نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا تاکیدی حکم دیا ہے۔ اس نے مجھے ماں سے حُسنِ سلوک کرنے والا بنایا ہے جبّار اور شقی نہیں بنایا یعنی حقوق تلف کرنیوالا اور شقاوت کا موجب نہیں بنایا۔

اگر غور کیا جائے تو مسیحؑ کا یہ جواب بھی بتلا رہا ہے کہ یہ مکالمہ جوانی میں ہوا ہے۔ اگر ماں کی گود میں ہوتے ہوئے یہ گفتگو تسلیم کی جائے تو عَبْدُ اللهِ ہونے کے کیا معنے ہوں گے یعنی کامل اطاعت کرنے والا۔ ایک بچہ کے لئے یہ معنے کس طرح مناسب ہو سکتے ہیں۔ پھر آتَانِيَ الْكِتَابَ فرمایا ہے بچپن

ہیں کونسی کتاب ان کو دی گئی اور کب نبی بنایا گیا۔ جَعَلَنِیْ مُبَارَکًا کس طرح ہوا؟ اَیْنَ مَا کُنْتُ کس طرح ہوا تھا حالانکہ اس وقت تک وہ صرف ماں کی گود میں تھے اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ کا بھی تحقق ناممکن تھا اور ان کے پاس مال کہاں تھا تا انہیں زکوٰۃ کا حکم دیا جاتا؟ ماں کی اطاعت انہوں نے ابھی تک کہاں کی تھی؟ یہ ساری باتیں تو ہنوز پردۂ غیب میں تھیں۔ یہود پر حجت کیسے بن سکتی تھیں۔

مفسرین کہتے ہیں کہ اس مکالمہ میں آئندہ ہونیوالے واقعات کی خبر بطور معجزہ دی گئی تھی۔ حالانکہ معجزہ تو صرف بولنے میں ہو سکتا ہے نبی بننے اور کتاب لینے میں نہیں۔ ماں کی گود میں بچہ کا بولنا ہی کافی معجزہ تھا اس میں جَعَلَنِیْ نَبِیًّا کہنے کی کیا ضرورت تھی جس کا ظہور تیس سال بعد ہونا تھا۔ اگر حضرت مسیحؑ نے گود میں گفتگو کی ہوتی تو اسی سے لوگ ان کی عظمت کو تسلیم کر لیتے۔

اصل بات یہ ہے کہ یہود نے حضرت مریمؑ پر بہتان باندھا اور اُن کے حمل کو ناجائز قرار دیا تھا۔ اُنہوں نے اس الزام کو یاد رکھا جب حضرت مریمؑ مسیحؑ سمیت واپس آئیں تو انہیں وہی طعنہ دیا۔ حضرت مریمؑ نے اس کے جواب کے لئے حضرت مسیحؑ کی طرف اشارہ کر دیا۔ حضرت مسیحؑ نے جواب دیا کہ میں خدا تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہوں، میں نبی ہوں، اس نے مجھے کتاب دی ہے، مجھے ہر جگہ برکت بخشی ہے، میں اس کے حکم سے نماز و زکوٰۃ کو قائم کرتا اور قائم کراتا ہوں۔ کیا یہ صفات ایک ناجائز پیدا ہونے والے بچہ میں ہو سکتی ہیں؟ یہ مدلل اور لاجواب کلام معجزہ تھا جس نے یہود کے منہ بند کر دیئے۔

وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا

مجھ پر سلامتی ہے جب میں پیدا ہوا اور مجھ پر سلامتی ہوگی جب میں فوت ہوں گا نیز جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔

بعض لوگ اس آیت کے حصہ وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ سے غلط طور پر استدلال کرتے ہیں کہ صرف حضرت مسیحؑ ہی مس شیطان سے پاک تھے اور یہ کہ وہ صلیب پر نہیں چڑھے۔ حالانکہ یہ دونوں لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت یحییٰؑ کے حق میں بھی وارد ہوئے ہیں۔ وَسَلٰمٌ عَلَیْہِ یَوْمَ وُلِدَ وَیَوْمَ یَمُوْتُ۔ اور اس جگہ کوئی مفسر اس سے یہ استدلال نہیں کرتا۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پیدائش کے وقت سے ہی انبیاء علیہم السلام کو سلامتی میں لے لیتا ہے اور انہیں روحانی طور پر ہر قسم کی سلامتی حاصل ہوتی ہے۔ یَوْمَ اَمُوْتُ سے یہ ضرور نکلتا ہے کہ وہ صلیب کی لعنتی موت نہیں مریں گے بلکہ اُن کی وفات عام طبعی موت سے ہوگی۔ گویا موت تو ہوگی مگر سلامتی کے منافی اور متناقض نہ ہوگی۔

قرآنی بیان کی تائید اناجیل کے حوالہ جات سے

حضرت مسیحؑ کے اس مکالمہ کے ذکر پر عیسائی مصنف سخت برہم ہوتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ نے کبھی بھی ایسے فقرات یا بیانات نہیں دیئے تھے۔ یہ بیانات حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی طرف سے اپنی بات کو درست ثابت کرنے کے لئے حضرت مسیحؑ کے منہ میں داخل کر دیئے ہیں ورنہ جبکہ حضرت مسیحؑ ابن اللہ اور خدا تھے تو وہ اس قسم کے فقرے کس طرح کہہ سکتے تھے۔ مسیحؑ کے منہ سے اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ نہیں نکل سکتا تھا۔

بے شک عیسائی قوم کا حق ہے کہ ہم سے سوال کرے کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ فی الواقع حضرت مسیحؑ نے یہ باتیں کہی تھیں۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ ثابت نہ کیا جا سکے تو عیسائی کہیں گے کہ قرآن انسانی کلام ہے خدائی کتاب نہیں۔ اور اگر ہم یہ ثابت کر دیں کہ واقعی حضرت مسیحؑ نے یہ سب باتیں کہی تھیں تو اس سے ایک طرف قرآن مجید کا کلام الٰہی ہونا ثابت ہو جائے گا اور دوسری طرف حضرت مسیحؑ کی مزعومہ الوہیت کا ابطال بھی ہو جائے گا۔ اور پھر ساتھ ہی یہ بھی حل ہو جائے گا کہ حضرت مسیحؑ نے کس زمانہ میں یہ کلام کیا تھا گویا فی المہد سے زمانہ کی تعیین ہو جائیگی اسلئے ہم قرآنی بیان کی تائید عیسائی مسلمات اور انجیلی حوالجات سے پیش کرتے ہیں:۔

حضرت مسیحؑ کے اِنِّی عَبْدُ اللہ کہنے کا ثبوت!

اس مکالمہ میں سب سے پہلی بات اِنّی عبد اللہ ہے۔ اب دیکھئے کیا اناجیل سے مسیحؑ کے اعتراف عبدیت کا ثبوت ملتا ہے۔ حوالجات ذیل قابل غور ہیں۔

(الف) انجیل متی میں لکھا ہے:۔

"اس وقت روح یسوع کو جنگل میں لے گیا تاکہ ابلیس سے آزمایا جائے اور چالیس دن اور چالیس رات فاقہ کرکے آخر کو اسے بھوک لگی۔ اور آزمانے والے نے پاس آکر اس سے کہا کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو فرما کہ یہ پتھر روٹیاں بن جائیں۔ اس نے جواب میں کہا لکھا ہے کہ آدمی صرف روٹی ہی سے جیتا نہ رہیگا بلکہ ہر بات سے جو خدا کے منہ سے نکلتی ہے۔ تب ابلیس اسے مقدس شہر میں لے گیا اور ہیکل کے کنگرے پر کھڑا کرکے اس سے کہا کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو اپنے تئیں نیچے گرا دے کیونکہ لکھا ہے کہ وہ تیری بابت اپنے فرشتوں کو حکم دیگا اور وہ تجھے ہاتھوں پر اٹھا لیں گے ایسا نہ ہو کہ تیرے پاؤں کو پتھر کی ٹھیس لگے۔ یسوع نے اس سے کہا یہ بھی لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کی آزمائش نہ کر۔ پھر ابلیس اسے ایک بہت بڑے اونچے پہاڑ پر لے گیا اور دنیا کی ساری بادشاہتیں اور ان کی شان و شوکت اسے دکھائی اور اس سے کہا کہ اگر تو جھک کر مجھے سجدہ کرے تو یہ سب کچھ تجھے دیدونگا یسوع نے اس سے کہا اے شیطان! دور ہو۔ کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر۔ تب ابلیس اس کے پاس سے چلا گیا اور دیکھو فرشتے آکر اس کی خدمت کرنے لگے۔"

(متی ۴/۱-۱۱ نیز لوقا ۴/۱-۱۳)

یہ بیان تفصیل سے اِنّی عَبْدُ اللہِ کا اقرار ہے۔ اوّل تو شیطان کا مسیحؑ کو آزمانا خود مسیحؑ کے عبد ہونے کی دلیل ہے۔ شیطان باغی تھا مگر اسے خدا کی طاقتوں کا پتہ تھا۔ اگر مسیحؑ خدا ہوتا تو شیطان اس کے آزمانے کا قصد بھی نہیں کر سکتا تھا۔ دوم مسیحؑ کو بھوک لگی۔ بھوکا ہونا تو انسان ہونے کی دلیل ہے۔ سوم مسیحؑ کا جواب کہ "آدمی صرف روٹی ہی سے جیتا نہ رہیگا" مسیحؑ کے انسان ہونے پر دلیل ہے۔ اس جگہ پر مسیحؑ اور شیطان ہی موجود تھے۔ اس جواب میں "آدمی" سے مراد شیطان تو ہو نہیں سکتا۔ پس معلوم ہوا کہ مسیحؑ اپنی انسانیت کا اعلان کر رہے ہیں۔ چہارم مسیحؑ کا قول "تو خداوند اپنے خدا کی آزمائش نہ کر" بتلا رہا ہے کہ مسیحؑ انسان تھے اور اپنے خداوند خدا کو

آزمانے کے لئے تیار نہ تھے۔ چنانچہ مسیحؑ نے جواب دیا ہے
کہ "تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت
کر" اس سے ظاہر ہے کہ مسیح اپنے عبد ہونے کا اقرار کرتے
ہیں اور اسی لئے غیر اللہ کو سجدہ کرنے کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔
اسی ذیل میں مسیح کا قول "تم جسے نہیں جانتے اس کی
پرستش کرتے ہو ہم جسے جانتے ہیں اس کی پرستش کرتے ہیں"
(یوحنا ۴/۲۲) بھی ان کے عبد ہونے پر دلیل ہے۔

(ب) خدا کی بڑی علامت علم غیب ہوتا ہے۔
قیامت کے بارے میں حضرت مسیح کا قول ہے کہ:۔
"اس دن یا اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا۔
نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر باپ" (مرقس ۱۳/۳۲)
پس مسیح کا خدا نہ ہونا اور محض عبد ہونا ثابت ہے۔

(ج) اناجیل میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے حضرت مسیح
سے کہا کہ "اے نیک استاد میں کیا کروں تاکہ ہمیشہ کی زندگی
کا وارث بنوں؟" حضرت مسیحؑ نے جواب میں فرمایا کہ:۔
"تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے کوئی نیک نہیں مگر
ایک یعنی خدا" (مرقس ۱۰/۱۸ و لوقا ۱۸/۱۹)
اس جواب سے ظاہر ہے کہ (۱) نیک صرف خدا ہے (۲) مسیح
نیک نہیں یعنی خدا نہیں۔ یہ حوالہ حضرت مسیحؑ کی الوہیت کو کھلے
طور پر باطل ثابت کر رہا ہے اور انہیں انسان ٹھہراتا ہے۔
یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر یہ سوال ہو کہ کیا تمہارے عقیدہ
کے رو سے حضرت مسیحؑ نیک نہ تھے؟ تو اس کا جواب یہ ہے
کہ انجیل کے مندرجہ بالا حوالہ میں حضرت مسیحؑ نے جس نیکی کی
نفی کی ہے وہ ذاتی نیکی یا قدوسیت ہے۔ ظاہر ہے کہ قدوس
صرف خدا ہوتا ہے انسان قدوس نہیں ہوتا۔ انسان کی نیکی
کسبی ہوتی ہے ذاتی نہیں ہوتی۔ انسان کی نیکی گھٹتی بڑھتی رہتی
ہے خدا تعالیٰ ازلی سے قدوس ہے۔ حضرت مسیحؑ نے جب فرمایا
کہ "تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے" تو اس سے آپ کی مراد ازلی
قدوسیت کا انکار تھا ورنہ بطور عبد اللہ حضرت مسیحؑ دیگر
انبیاء علیہم السلام کی طرح معصوم تھے۔

(۲) اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ۔ حضرت مسیحؑ کے مکالمہ میں
دوسری بات اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ ہے کہ خدا نے مجھے تورات
سکھائی ہے۔ یہ بات بھی اناجیل سے ثابت ہے۔ حضرت مسیح کہتے
ہیں:۔

(الف) "جس طرح باپ نے مجھے سکھایا اسی طرح یہ باتیں
کہتا ہوں" (یوحنا ۸/۲۸)

(ب) "یہ نہ سمجھو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ
کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے
آیا ہوں کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک
آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ
تورات سے ہرگز نہ ٹلیگا جب تک سب کچھ پورا نہ
ہو جائے" (متی ۵/۱۷-۱۸)

پس اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ کے مطابق حضرت مسیحؑ کو تورات کی
تفسیر الہاماً سکھلائی جاتی تھی اور آپ وہ تفسیر لوگوں کو سکھلاتے
تھے۔

(۳) وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا۔ یہ حضرت مسیحؑ کے مکالمہ کا
تیسرا حصہ ہے۔ اس کا ثبوت بھی اناجیل میں موجود ہے۔
حوالہ جات ذیل ملاحظہ ہوں:۔

(الف) "جس نے مجھے بھیجا وہ میرے ساتھ ہے اس
نے مجھے اکیلا نہیں چھوڑا کیونکہ میں ہمیشہ وہی کام

کرتا ہوں جو اُسے پسند آتے ہیں۔" (یوحنا ۸/۲۹)

(ب) "مَیں خدا سے نکلا ہوں اور آیا ہوں کیونکہ مَیں آپ سے نہیں آیا بلکہ اُسی نے مجھے بھیجا ہے۔" (یوحنا ۸/۴۲)

(ج) "اس نے مجھے بھیجا ہے کہ قیدیوں کو رہائی اور اندھوں کو بینائی پانے کی خبر سناؤں۔ کچلے ہوؤں کو آزاد کروں۔" (لوقا ۴/۱۸ بحوالہ یسعیاہ ۶۱/۱-۲)

(د) "بھیڑ کے لوگوں نے کہا یہ گلیل کے ناصرہ کا نبی یسوع ہے" (متی ۲۱/۱۱)

(ذ) "میری تعلیم میری نہیں بلکہ میرے بھیجنے والے کی ہے۔ اگر کوئی اس کی مرضی پر چلنا چاہے تو وہ اس تعلیم کی بابت جان جائے گا کہ خدا کی طرف سے ہے یا مَیں اپنی طرف سے کہتا ہوں۔ جو اپنی طرف سے کچھ کہتا ہے وہ اپنی عزت چاہتا ہے لیکن جو اپنے بھیجنے والے کی عزت چاہتا ہے وہ سچا ہے اور اس میں ناراستی نہیں۔" (یوحنا ۷/۱۶-۱۸)

(ر) "مَیں اکیلا نہیں بلکہ مَیں ہوں اور باپ ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔" (یوحنا ۸/۱۶)

(ز) "یسوع نے اُن سے کہا نبی اپنے وطن اور اپنے رشتہ داروں اور اپنے گھر کے سوا کہیں بے عزت نہیں ہوتا۔" (مرقس ۶/۴)

(س) "یسوع نے خود گواہی دی کہ نبی اپنے وطن میں عزت نہیں پاتا۔" (یوحنا ۴/۴۴)

(ش) "یہی کام جو مَیں کرتا ہوں وہ میرے گواہ ہیں کہ باپ نے مجھے بھیجا ہے۔" (یوحنا ۵/۳۶)

(ص) "عورت نے اُس سے کہا اے خداوند مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تُو نبی ہے۔" (یوحنا ۴/۱۹)

اِن حوالجات سے ثابت ہے کہ حضرت مسیحؑ نے یہودیوں کے سامنے وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا کا اعلان کیا تھا۔ پس پادریوں کا قرآن مجید کے بیان وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا پر ناراض ہونا بلاوجہ ہے۔ جب اناجیل خود اس اعلان کی تصدیق کرتی ہیں تو انکو اس کے ماننے میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔

یہودی لوگ خدا کو باپ کہتے تھے۔ یہودیوں میں یہ عام محاورہ تھا حضرت مسیحؑ نے اُنہی کے محاورہ کے مطابق کلام کیا ہے۔ اس میں مسیحؑ کی خصوصیت نہیں اور نہ ہی یہ ان کی ابنیت کی دلیل ہے۔

حضرت مسیحؑ نے مندرجہ بالا عبارتوں میں اپنی زندگی اور کیریکٹر کو اپنی صداقت کے لئے بطور دلیل پیش کیا ہے۔ دوسرے تعلّی کلمات کو اپنے سچا ہونے پر بطور گواہ پیش کیا ہے۔ یہی دو طریق نبیوں کی صداقت پرکھنے کے اصل بنیادی طریق ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنی صداقت پرکھنے کے لئے اِنہی دو طریقوں کو پیش فرمایا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اناجیل سے حضرت مسیحؑ کا نبی ہونیکا دعویٰ ثابت ہے۔ یہی ان کا مقام ہے۔ اِسی کو قرآن مجید نے پیش فرمایا ہے اِس پر عیسائی پادریوں کا برہم ہونا بے معنی بات ہے۔

(۴) وَجَعَلَنِیْ مُبَارَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ۔ حضرت مسیحؑ کی گفتگو میں چوتھی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر جگہ برکت بخشی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت مُبَارِكٌ (برکت دینے والا) ہے اور انسان مُبَارَكٌ (برکت پانیوالا) ہوتا ہے کسی کا مبارَک ہونا اسکے انسان ہونے کی دلیل ہوتا ہے۔ پس حضرت مسیحؑ کے اپنے آپکو مبارَک قرار دینے کے معنے یہ ہیں کہ مسیحؑ انسان ہیں خدا

نہیں ہیں۔ حضرت مسیح کے مبارک ہونیکا ثبوت اناجیل کے حسب ذیل حوالہجات سے ثابت ہے:-

(۱) "پھر اس نے وہ پانچ روٹیاں اور دو مچھلیاں لیں اور آسمان کی طرف دیکھ کر برکت چاہی اور روٹیاں توڑ کر شاگردوں کو دیتا گیا کہ ان کے آگے رکھیں اور وہ دو مچھلیاں بھی ان سب میں بانٹ دیں پس وہ سب کھا کر سیر ہو گئے۔" (مرقس ۶/۴۱-۴۲)

(۲) "ان کے پاس تھوڑی سی چھوٹی مچھلیاں تھیں۔ اس نے ان پر برکت چاہ کر کہا کہ یہ بھی ان کے آگے رکھ دو۔ پس وہ کھا کر سیر ہوئے اور بچے ہوئے ٹکڑوں کے سات ٹوکرے اٹھائے اور لوگ چار ہزار کے قریب تھے۔" (مرقس ۸/۷-۹)

(۳) "جس نے مجھے بھیجا وہ میرے ساتھ ہے اس نے مجھے اکیلا نہیں چھوڑا کیونکہ میں ہمیشہ وہی کام کرتا ہوں جو اسے پسند آتے ہیں۔" (یوحنا ۸/۲)

(۴) مسیح کے مبارک ہونے کے لئے متی ۲۶/۲۶ و لوقا ۱/۴۲-۴۴ و لوقا ۱۱/۲۷ بھی ملاحظہ ہو۔

اناجیل کے ان حوالہجات سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح پیدائش سے لیکر آخری دن تک اللہ تعالیٰ سے برکت چاہتے رہے اور اپنی پاکیزگی کے باعث اللہ تعالیٰ سے برکت پاتے رہے۔ پس وہ مبارک تھے اور قرآن مجید نے وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا میں یہی اعلان کیا ہے۔

(۵) وَأَوْصَانِي بِالصَّلٰوةِ - مجھے اللہ تعالیٰ نے تاکیدی طور پر نماز پڑھنے اور مستقل طور پر اسے جاری رکھنے کا حکم دیا ہے۔ وصیت تاکیدی حکم کو کہتے ہیں۔ حضرت مسیح کی گفتگو کا یہ پانچواں حصہ ہے۔ اس کا ثبوت بھی انجیل میں موجود ہے۔ مندرجہ ذیل حوالہجات سے اس کا ثبوت ملتا ہے:-

(۱) "جب وہ تنہائی میں دعا مانگ رہا تھا۔" (لوقا ۹/۱۸)

(۲) "پھر ایسا ہوا کہ وہ کسی جگہ دعا مانگتا تھا جب مانگ چکا تو اس کے شاگردوں میں سے ایک نے اس سے کہا اے خداوند جیسا یوحنا نے اپنے شاگردوں کو دعا مانگنی سکھائی تو بھی ہمیں سکھا۔ اس نے ان سے کہا جب تم دعا مانگو تو کہو کہ اے باپ تیرا نام پاک مانا جائے تیری بادشاہت آئے ہماری روز کی روٹی ہر روز ہمیں دیا کر اور ہمارے گناہوں کو معاف کر کیونکہ ہم بھی اپنے ہر قرضدار کو معاف کرتے ہیں اور ہمیں آزمائش میں نہ لا۔" (لوقا ۱۱/۱-۴)

[نوٹ:- حضور ایدہ اللہ بنصرہ نے درس القرآن میں تفصیل سے اس انجیلی دعا اور قرآنی دعا سورۃ فاتحہ میں موازنہ فرمایا اور بتلایا کہ انجیل کی یہ دعا قرآن مجید کی دعا کے مقابلہ میں ہر پہلو سے کمتر ہے اور ان میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ یہ موازنہ مفصل درس میں شائع ہوگا۔ (مرتب)]

(۳) "وہ جنگلوں میں الگ جا کر دعا مانگا کرتا تھا۔" (لوقا ۵/۱۶)

(۴) "میں نے تیرے لئے (اے شمعون) دعا مانگی کہ تیرا ایمان جاتا نہ رہے۔" (لوقا ۲۲/۳۲)

(۵) "پھر وہ نکل کر اپنے دستور کے موافق زیتون کے پہاڑ کو گیا اور شاگرد اس کے پیچھے ہو لئے اور اس جگہ پہنچ کر اس نے ان سے کہا، دعا مانگو کہ آزمائش میں نہ پڑو۔ اور وہ ان سے بمشکل الگ ہو کر کوئی پتھر کے ٹپے آگے بڑھا اور گھٹنے ٹیک کر یوں دعا مانگنے لگا کہ اے باپ اگر تو چاہے تو یہ پیالہ مجھ سے ہٹا لے تاہم میری مرضی نہیں بلکہ تیری ہی مرضی پوری ہو۔ اور آسمان سے ایک فرشتہ اس کو دکھائی دیا وہ اسے تقویت دیتا تھا پھر وہ سخت پریشانی میں مبتلا ہو کر اور بھی دلسوزی سے دعا مانگنے لگا اور اس کا پسینہ گویا خون کی بڑی بڑی بوندیں ہو کر زمین پر ٹپکتا تھا۔" (لوقا ۲۲/۳۹-۴۴)

(۶) "لوگوں کو رخصت کر کے علیحدہ دعا مانگنے کیلئے پہاڑ پر چڑھ گیا۔

اور جب شام ہوئی تو وہاں اکیلا تھا۔" (متی ۱۴/۲۳)

اِن حوالجات اور ایسے ہی دیگر انجیلی حوالجات سے ثابت ہے کہ حضرت مسیحؑ ہمیشہ ہی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے اور اسکے سامنے گھٹنے ٹیک کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ حضرت مسیحؑ نے بدروحوں کے نکالنے کے سلسلہ میں اپنے حواریوں سے فرمایا تھا کہ :-

"یہ قسم دعا کے سوا کسی اور طرح نہیں نکل سکتی۔" (مرقس ۹/۲۹)

پس خود حضرت مسیحؑ کے انجیلی بیانات سے اوصانی بالصلوٰۃ کا اعلان ثابت ہے اور یہ امر حضرت مسیحؑ کو انسان ثابت کرتا ہے نہ کہ خدا۔

(۶) والزکوٰۃ۔ حضرت مسیحؑ کی گفتگو کا یہ چھٹا حصہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے زکوٰۃ کی تاکید فرمائی ہے۔ زکوٰۃ خدا کیلئے اپنے مال کے ایک حصہ کی ادائیگی کا نام ہے جو غرباء میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ حضرت مسیحؑ میں غرباء کو روٹی کھلانے کا جذبہ نہایت عمدہ طور پر موجود تھا۔ (متی ۱۵/۳۲) نیز مندرجہ ذیل حوالہ بھی مسیحؑ کے مامور بالزکوٰۃ ہونے کا اعلان ہے۔ لکھا ہے :-

"پس ہمیں بتا۔ کیا سمجھتا ہے قیصر کو جزیہ دینا روا ہے یا نہیں؟ یسوع نے انکی شرارت جان کر کہا اے ریاکارو! مجھے کیوں آزماتے ہو۔ جزیے کا سکہ مجھے دکھاؤ۔ وہ ایک دینار اسکے پاس لے آئے۔ اس نے ان سے کہا یہ صورت اور نام کس کا ہے انہوں نے اس سے کہا قیصر کا۔ اس پر اس نے ان سے کہا پس جو قیصر کا ہے قیصر کو ادا جو خدا کا ہے خدا کو ادا کرو۔" (متی ۲۲/۱۷-۲۱)

خدا کا حصہ ہی زکوٰۃ ہوتا ہے۔

(۷) وَبَرًّا بِوَالِدَتِیْ۔ یہ حضرت مسیحؑ کے مکالمہ کا ساتواں حصہ ہے۔ قرآن مجید قرار دیتا ہے کہ حضرت مسیحؑ اپنی والدہ ماجدہ سے حسن سلوک کرتے تھے اور ان کے تابع تھے۔ اناجیل میں یہ ذکر ضرور آتا ہے کہ مسیحؑ نے اپنی والدہ سے بدسلوکی کی تھی لیکن محرف انجیلوں میں یہ حوالہ بھی موجود ہے کہ :-

"اسکی ماں نے اس سے کہا بیٹا تو نے کیوں ہم سے ایسا کیا۔ دیکھ تیرا باپ اور میں کڑھتے ہوئے تجھے ڈھونڈتے تھے۔ اس نے ان سے کہا تم مجھے کیوں ڈھونڈتے تھے۔ کیا تم کو معلوم نہ تھا کہ مجھے اپنے باپ کے ہاں ہونا ضرور ہے۔ مگر جو بات اس نے ان سے کہی اسے وہ نہ سمجھے اور وہ ان کے ساتھ روانہ ہو کر ناصرہ میں آیا اور ان کے تابع رہا۔" (لوقا ۲/۴۸-۵۱)

(۸) وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا۔ لفظ جبّار کے دو معنے ہوتے ہیں۔ اوّل ٹوٹے ہوئے کی اصلاح کرنے والا دوم دوسرے کا حق مار کر اسے گرا کر آپ اونچا ہونے والا۔ اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ جبّار کا استعمال معنی اوّل میں ہوتا ہے اور انسان کو جبّار دوسرے معنے میں کہا جاتا ہے۔ حضرت مسیحؑ نے کہا کہ خدا نے مجھے جبّار نہیں بنایا۔ میں لوگوں کے حق مارنے والا نہیں ہوں۔ مسیحؑ کے جبّار نہ ہونیکا اعلان انجیل سے بھی ثابت ہے لکھا ہے :-

(۱) "میرا جوا اپنے اوپر اٹھا لو اور مجھ سے سیکھو کیونکہ میں حلیم ہوں اور دل کا فروتن۔ تو تمہاری جانیں آرام پائیں گی۔" (متی ۱۱/۲۹)

(۲) "صیہون کی بیٹی سے کہو کہ دیکھ تیرا بادشاہ تیرے پاس آتا ہے۔ وہ حلیم ہے اور گدھے پر سوار ہے۔" (متی ۲۱/۵ بحوالہ زکریا)

لفظ شقی عربی زبان میں سعید کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے۔ سعید کے معنے وہ انسان ہے جو دوسری مددگار طاقت سے کامیاب ہو جائے جسے کوئی اسکے مقصد کے حصول میں مدد دے۔ پس حضرت مسیحؑ کے شقی نہ ہونیکا مطلب یہ ہوا کہ میں اللہ تعالیٰ کی نصرت سے مظفر و منصور ہونگا خدا تعالیٰ مجھے بے مدد نہ چھوڑیگا۔ حضرت مسیحؑ کا بیان انجیل یوحنا باب ۱۶ میں تفصیلاً موجود ہے۔ آخری فقرہ یہ ہے "خاطر جمع رکھو میں دنیا پر غالب آیا ہوں۔" (یوحنا ۱۶/۳۳) حواریوں کو انہوں نے منادی کرنیکا حکم دیا کہ :- "آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے۔" (متی ۱۰/۷) پس حضرت مسیحؑ کے اس حصۂ اعلان کا ثبوت بھی اناجیل میں موجود ہے۔ تا معلوم ہو کہ [illegible] مسیح ناصری علیہ السلام [illegible] (باقی آئندہ)

قرآن مجید کی وحی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی مشاہدات کا ایک نمونہ

(۳)

از قلم جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ ربوہ

(۶) آپؐ نے بتلایا کہ وہ اتنا طاقتور ہوگا کہ ساری زمین پر چھا جائے گا اور تمام اطرافِ عالم کو پامال کرے گا اور ہر بستی پر مکر و فریب اور جنگ و قتال سے غالب آجائیگا سوائے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے۔ اور وہ دو مقدس شہروں کی طرف بھی قصد کرے گا مگر اللہ تعالےٰ کے فرشتے اس کا مقابلہ کریں گے وہ اس کو تاخت و تاراج کر دینگے۔ ان دو شہروں کو محفوظ رکھا جائے گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (لا یدان لاحدٍ بقتالھم) دجال کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکے گا اور اس کی جنگ اتنی شدید ہو گی کہ اہلِ زمین کی لڑائی سے فارغ ہو کر آسمان والوں سے بھی لڑائی چھیڑ دیگا۔ مگر ان کے خون آشام تیر انہی پر واپس لوٹائے جائینگے۔ (مشکوٰۃ)

اس مفہوم کی روایتوں میں دجال کے لئے صیغے اور ضمیریں مفرد نہیں بلکہ جمع وارد ہوئی ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالمِ ملکوت میں دجال شخصِ واحد کی شکل میں دکھایا گیا تھا مگر مراد دجال کی ساری قوم ہے۔

(۷) آپؐ نے فرمایا وہ ویرانوں پر گذرے گا اور ان سے کہیگا (اُخرجی کنوزکِ) اپنے خزانے نکال اور وہ نکالے گی۔ دریاؤں سے کہیگا کہ وہ خشک ہوں اور وہ خشک ہو جائیں گے۔ اور کہیگا چلو تو وہ چلیں گے۔ ہواؤں پر اسے تسلط ہو گا۔ آسمان سے کہیگا اور وہ بارشیں برسائیں گے جس سے خشک زمین شاداب اور سرسبز ہو جائے گی، اس کے مویشی موٹے اور بہت دودھ دینے والے ہوں گے۔ اس کے ساتھ ایک جنت بھی ہو گی اور آگ بھی جو اس کا ساتھ دیگا اور کہا مانے گا اُسے جنت میں داخل کریگا مگر درحقیقت وہ آگ ہوگی۔ اور جو اسکو نہ مانے گا اس کو آگ میں جھونکے گا جو درحقیقت جنت ہو گی۔ روٹیوں کا ایک پہاڑ اس کے ساتھ ہو گا جس سے مراد یہ ہے کہ کھانے پینے کے سامان اُس کے پاس بکثرت ہوں گے جبکہ لوگ فاقہ مست ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا جو قوم اُس کی اطاعت نہ کریگی وہ قحط زدہ اور خالی ہاتھ رہ جائے گی۔[1] (مسلم مشکوٰۃ)

(۸) شروع میں اس کا دعویٰ ایمان اور اصلاح کا ہو گا مگر نتیجہ فساد اور ظلم اور بربادی ہو گی مسلمان اُس کے فتنہ کی وجہ سے

[1] یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یہ دُعا خود بھی کرتے اور مسلمانوں کو بھی کرنیکی تلقین فرماتی۔ اللّٰھمّ انی اعوذ بک من فتنۃ المسیح الدجال فتنۃ المحیا والممات یعنی اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں مسیح الدجال کے فتنے سے اور موت اور زندگی کے فتنے سے۔ اِس دُعا سے ظاہر ہے کہ دجال کا فتنہ لوگوں کیلئے درحقیقت موت اور زندگی کا سوال پیدا کر دیگا جیسا کہ آج حال ہے *

پراگندہ ہو جائیں گے۔

(۹) وہ اپنی قدرت دکھیگا کہ ایک شخص کو مار کر اُسے پھر زندہ کریگا یہاں تک کہ وہ اپنے لئے خدائی کا دعویٰ کریگا اور بہتوں کی گمراہی کا باعث ہوگا۔[1]

(۱۰) آپؐ نے فرمایا ثمّ یھبط نبیّ اللّٰہ عیسٰی واصحابہ الی الارض فلا یجدون فی الارض موضع شبرٍ الا ملأہ زھمھم و نتنھم فیرغب نبی اللّٰہ عیسٰی واصحابہ الی اللّٰہِ۔ فیرسل اللّٰہ طیراً کاعناق البُخت فتحملھم وترمیھم فی النارِ[2]

یعنی پھر عیسٰی نبی اللہ اور آپ کے ساتھی ہجرت کریں گے تو زمین میں ایک بالشت بھر بھی ایسی جگہ باقی نہ پائیں گے جو اُن کی بدبُو اور سڑاند سے بھر نہ گئی ہو۔ تو وہ اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی مانند پرندے غول در غول ان پر بھیجے گا جو انہیں اٹھا اٹھا کر آگ میں پھینکتے جائیں گے اور اس طرح دُنیا ان سے رہائی پائے گی۔

سورہ والمرسلات میں بھی سہ شاخہ صلیب کے پرستاروں کا انجام ایک ایسی آگ بتائی گئی ہے جو (کالقصرِ کانّہٗ جمالۃ صُفر) بڑے بڑے محلّوں کی مانند بلند شعلے پھینکنے والی ہے اور پیلے پیلے زرد اونٹوں کی طرح لپکتی ہوئی بڑھتی آئے گی۔ جس دن یہ شعلہ زن ہلاکت آفرین مصیبت دُنیا میں قائم ہوگی اُس دن کا نام یوم الفصل[3] یعنی فیصلہ کا وہ آخری دن رکھا گیا ہے جس میں صلیبی فتنہ کا خاتمہ ہوگا۔

(۱۱) بختی اونٹوں کی طرح پرندوں والی مذکورہ بالا روایت کے آخر میں یہ ذکر بھی آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال کی مذکورہ بالا تباہی کے بعد اللہ تعالیٰ زمین پر ابرِ رحمت برسائے گا اور زمین سے فرمائے گا (اَنبتی ثمرتکِ رُدّی برکتکِ) یعنی اپنا پھل اُگا اور اپنی برکت کو بحال کر۔ تو زمین کے پھلوں اور مویشیوں میں برکت دی جائے گی۔

یہ خلاصہ ہے اس مشاہدہ کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دجال کے متعلق عالمِ غیب میں کرایا گیا۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور احادیث کی دیگر مستند کتابوں میں کسی قدر لفظی اختلاف کے ساتھ دجال کا مذکورہ بالا حُلیہ، اس کے اوصاف اور اس کے فتنہ و فساد اور جنگوں کے متعلق ذکر وارد ہوا ہے۔

مذکورہ بالا اقتباس قدرِ مشترک ہے جو ان میں پایا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مشاہدہ جو بحالتِ خواب یا بحالتِ کشف ہوا بہرحال تیرہ سو سال سے احادیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ عالمِ ملکوت سے مختص تصویری زبان میں جو کچھ آپؐ کو دکھایا گیا آپؐ نے اُسے بیان فرمایا۔ اب آئیں ذرا اس کا مقابلہ اُس انداز سے کیا جائے جو عیسائی اقوام کے متعلق سورۂ کہف میں وارد شدہ ہے۔ بیشک آپ کو سورۂ کہف کے بیانات اور مذکورہ بالا مکاشفہ کے نظاروں کے درمیان

---

[1] مسلم باب ذکر الدجال۔ مشکوٰۃ کتاب علامات الساعۃ۔

[2] حجج الکرامہ صفحہ ۴۳۲ مطبوعہ بھوپال۔

[3] مسند احمد بن حنبل و حاکم وغیرہ کی روایتوں میں اس فیصلہ کے دن کا نام یوم الخلاص ہے جس میں لوگوں کو دجال کے فتنہ سے نجات ملے گی۔ اور یہ وہ وقت ہوگا کہ جب یہودیوں کی مدد سے دجال مدینہ منورہ پر چڑھائی کرے گا اور اس شور زمین میں ڈیرہ لگائے گا۔ اس وقت تین زلزلے آئیں گے۔ (حجج الکرامہ صفحہ ۴۱۲ و صفحہ ۴۲۱)

کچھ فرق نظر آئے گا جس کی وجہ یہ ہے کہ خواب و کشف میں جو شکل وصورت دیکھی جاتی ہے وہ چونکہ مجاز اور استعارہ کے پیرہن میں لپٹی ہوئی ہوتی ہے تعبیر طلب ہوتی ہے لیکن وحی الٰہی کی تجلی جو سورہ کہف کے ذریعہ سے ہوئی وہ ایک واضح حقیقت پر مشتمل ہے چنانچہ سورہ کہف کی پہلی آیت میں اس امتیاز کا ذکر کیا گیا ہے۔ فرماتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا۔ قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا ...... الآیہ۔ یعنی سب خوبیاں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جس نے یہ کتاب اپنے بندہ پر نازل کی اور اس کتاب میں کوئی کجی نہیں رکھی۔ وہ صحیح صحیح راہنمائی کرنے والی ہے تاکہ شدید خطرہ سے آگاہ کرے اور مومنوں کو بشارت دے اور عیسائیوں کو انجام بد سے ڈرائے۔

تجلیات وحی اور مکاشفات کی ہم آہنگی واقعات کی روشنی میں

ان تینوں باتوں کے متعلق جو سلسلہ کلام سورۂ کہف اور سورۂ مریم میں چلایا گیا ہے وہ نہایت واضح ہے۔ اس میں کسی قسم کے ابہام اور شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدات مذکورہ بالا اس واضح کلام کی روشنی میں دیکھے جائیں تو ان دونوں کی آپس میں مطابقت واضح سے واضح تر ہو جاتی ہے اور یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدات کی مصداق کونسی قوم ہے۔ مثلاً آپ کو دکھایا گیا کہ دجال کی پیشانی پر کفر کا نوشتہ ہوگا جسے ہر مومن خواہ وہ خواندہ ہو یا ناخواندہ پڑھ لے گا۔

سورۂ کہف میں انذار و تبشیر کے تعلق میں عیسائی اقوام کے کفر کی یہ تعیین کی گئی ہے کہ انہوں نے نہ صرف اللہ تعالیٰ کا ایک بیٹا تجویز کیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے سوا انبیاء اللہ کے پرستار بھی ہیں۔ اپنے جیسے انسانوں کو "خداوند خداوند" (My Lord) کہہ کر پکارتے ہیں۔ اور اس سورت میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ پہلے توحید پرست عیسائی اپنے عقیدہ توحید کو قائم نہ رکھ سکے اور انہوں نے اپنی عبادت گاہوں میں اپنے بزرگوں کی قبریں بنا کر ان کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ چنانچہ قدیسیوں (Saints) کی پرستش ان کے ہاں قدیم سے اب تک رائج ہے اور بڑے بڑے سربفلک گرجے بکثرت ہر جگہ ان قدیسیوں کے نام پر قائم ہیں۔

علاوہ ازیں جو خارق عادت قدرت ان عیسائی قوموں کو آج حاصل ہے اس سے فریب کھا کر یہ قومیں اب یہ بھی سمجھنے لگی ہیں کہ خدا تعالیٰ کوئی نہیں، سلسلۂ پیدائش عالم خود بخود ہے۔ اس کی کُنہ دریافت کرنے میں ہر قسم کی موشگافیوں سے کام لیا جا رہا ہے اور یہ خیال عام طور پر ان میں پایا جاتا ہے کہ بغیر خالق کے خَلق ممکن ہے۔ ان میں سے اکثر دہریہ ہیں۔ یہ ساری باتیں اُس نوشتہ ک۔ ف۔ ر کی شرح ناطق ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کی پیشانی پر لکھا دیکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دجال داہنی آنکھ سے کانا دکھایا گیا اور بائیں آنکھ انگور کے دانہ کی طرح اُبھری ہوئی اور ستارہ کی مانند روشن دکھائی گئی۔ سورۂ کہف میں عیسائی قوم کے دُنیا میں استغراق اور دین سے غایت درجہ محرومی کا ذکر بغیر کسی قسم کے استعارہ یا مجاز کے کھلے کھلے الفاظ میں کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۔ یعنی کیا ہم

تمہیں بتائیں جو اعمال کے لحاظ سے سب سے زیادہ گھاٹا پانیوالے ہیں۔ وہی جن کی ساری کوشش دُنیا کی ہی زندگی میں کھوئی گئی ہے اور انہیں گھمنڈ ہے کہ انہوں نے صنعت کو کمال تک پہنچا دیا ہے۔ اسی طرح اس قوم کے روحانی اندھاپن کے متعلق فرماتا ہے۔ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا۔ ایسے لوگوں کا ساتھ نہ دینا جن کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ ہوائے نفس کے پیرو ہیں اور اُن کی بات حد سے نکل چکی ہے۔ اور فرماتا ہے اَلَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ۔ اُن کی آنکھیں میرے ذکر سے پردے میں ہیں۔ اِن آیات میں بتایا گیا ہے کہ عیسائی قومیں دین سے کلیۃً محروم اور دُنیا میں منہمک اور صناعت میں اول درجہ کی ماہر ہوں گی۔ ان کی یہی حالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالمِ ملکوت میں مطموس العین الیمنیٰ کی شکل میں دکھائی گئی۔ یعنی اس کی دائیں آنکھ بیٹھی ہوئی اور بچھی ہوئی بے نور ہے اور بائیں آنکھ عنبہ طافیۃ کا تھا کوکبٌ دُرّیٌ کی شکل میں دکھائی گئی کہ دانہ انگوری کی طرح شفاف اُبھری ہوئی ہے گویا کہ وہ ایک روشن ستارہ ہے۔ آپؐ نے اسے سفید گدھے پر سوار دیکھا جو سرعتِ رفتار میں ایسا تیز ہے کہ ابھی مشرق میں ہے تو پل بھر میں مغرب میں پہنچ گیا۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ وہ اس سواری کے ذریعہ تمام اطرافِ عالم میں چکر لگائے گا۔ سوائے مکہ اور مدینہ کے ہر بستی کو تاخت و تاراج کرے گا اور ہر جگہ فتنہ و فساد برپا کریگا۔

سورۂ کہف میں عیسائیوں کی ابتدائی تاریخ بیان کرتے ہوئے پہلے بتایا گیا ہے کہ وہ شروع میں اعلیٰ درجہ کے موحد تھے، توحید کی خاطر انہوں نے بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہ کیا، اپنی مشرک قوم کے ظلموں کا تختۂ مشق بنے، یہاں تک کہ وہ ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ سوائے غاروں کے انہیں اَور کہیں پناہ نہ ملی جہاں اُنہیں لمبا عرصہ گزارنا پڑا۔ یہ غاریں شمالی علاقوں میں واقع ہیں۔ ان کی تاریخ کا یہ حصّہ بیان کرنے کے بعد فرمایا۔ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ یعنی انہیں آئندہ دائیں اور بائیں یعنی مشرق و مغرب میں پھرائیں گے۔ اور بوقتِ ہجرت اُن سے یہ وعدہ کیا گیا تھا۔ فَاْوٗا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّرْفَقًا۔ جاؤ پناہ لو غار میں۔ تمہارا رب تمہیں اپنی رحمت سے پھیلائے گا اور تمہارے لئے آسائش کا سامان مہیّا کرے گا۔ چنانچہ غاروں کی زندگی سے نکل کر وہ تمام دُنیا میں پھیل گئے۔ اور سورۂ کہف میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب عیسائیوں کو آزادی حاصل ہوئی اور وہ غاروالی زندگی سے نکلے تو شروع میں قلتِ خوراک کا انہیں احساس پیدا ہوا اور باہمی مشورہ کے بعد قرار پایا کہ اپنے میں سے کسی کو باہر بھیجا جائے جو عمدہ اناج شہر سے لے آئے۔ یورپ کے شمالی حصوں میں بسنے والی عیسائی قوموں کی تاریخ کا یہ حصہ نہایت ہی حیرت انگیز ہے۔ اس کے متعلق ضخیم کتابیں لکھی ہوئی موجود ہیں۔ شروع میں خوراک کی قلت پا کر انہیں باہر سے سامانِ خوراک لانے کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ تجارت کی غرض سے وہ باہر نکلیں اور یہی راز ہے ان عیسائی قوموں کی ساری ترقی کا۔ یہ حقیقت اب کسی سے پوشیدہ نہیں کہ ایشیا کے ممالک میں بھی وہ تاجرانہ حیثیت سے داخل ہوئے اور امریکہ میں بھی

جب وہ گئے تو ابتداء میں گو ان کے وہاں جانے کا باعث مذہبی اختلاف ہوا مگر بعد میں امریکہ کی استعمار اور وہاں سے سامانِ خوراک وغیرہ لانے کی غرض سے تجارتی کمپنیاں قائم ہوئیں۔ ممالک یورپ کی شمالی اقوام ——— خواہ انہوں نے ایشیا اور افریقہ کے براعظموں کا قصد کیا خواہ امریکہ کی نئی دُنیا کا، تاجرانہ اغراض سے نکلیں اور آہستہ آہستہ انہوں نے صنعت کاری کی طرف بھی توجہ کی۔ یہ عیسائی اقوام بیرونی دُنیا کا خام مال خرید کر صنعت کاری کی چیزیں اسکو مہیا کرتے ہوئے دولتمند سے دولتمند ہوتی چلی گئیں۔ یہاں تک کہ یورپ و امریکہ کی کایا ہی پلٹ گئی اور یہ قومیں سب دُنیا پر چھا گئیں اور اب ہمارے زمانہ میں ان قوموں کے درمیان جو خطرناک کشمکش قائم ہے اس کے پیچھے بھی یہی تجارتی رقابت کار فرما ہے۔ عیسائی قوموں کی تاریخ کا یہ حصہ جو نہایت ہی دلچسپ ہے پڑھ کر حیرت آتی ہے کہ نقلّبھم ذات الیمین وذات الشمال۔ ویحسنون صُنعاً کا فرمودہ کس وضاحت سے ان قوموں کے حق میں صادق آیا۔ اطرافِ عالم میں ان کے پھیلنے اور ان کی خارق عادت ترقی کا بڑا باعث ان کی تجارت اور ان کی صنعت کاری اور ایجاد کردہ وسائلِ نقل و حرکت ہی ہیں۔ ان وسائل میں سے سب سے پہلی ایجاد ریل کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تھا کہ دجال سفید گدھے پر سوار ہے جو بہت تیز رفتار ہے۔ اس کے دو[۲] کانوں کے درمیان ۷۰ گز کا فاصلہ ہے، یہ بات بھی ریل پر صادق آتی ہے کیونکہ انجن ڈرائیور اور گارڈ کے ڈبوں کے درمیان جو انتظامِ مواصلات اور پیغام رسانی کا ایجاد کیا گیا ہے وہ کانوں ہی کا قائم مقام ہے۔ (باقی پھر)

اے سیّد الورٰی! مددے وقتِ نصرت است

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی فارسی نظم میں سے

دردا کہ حسنِ صورتِ فرقاں عیاں نماند
آں خود عیاں مگر اثرِ عارفاں نماند
مردم طلب کنند کہ اعجازِ آں کجاست
صد درد و صد دریغ کہ اعجاز داں نماند
کوریم و از کمال تغافل بچشمِ ما
آں روئے خوب و گیسوئے عنبر فشاں نماند
بینم کہ ہر یکے بہ غمِ نفس مبتلا است
کس را غمِ اشاعتِ فرقاں بجاں نماند
یوسف شنیدہ ام کہ شدش کارواں معیں
ایں یوسفے کہ ہیچ کشش کارواں نماند
جانم کباب شد زغمِ ایں کتابِ پاک
چنداں بسوختم کہ خود امیدِ جاں نماند
دوشش اندکے مرا بخیالے شکیب بود
امشب مپرس حال کہ تاب و تواں نماند
اے سیّد الورٰی! مددے وقتِ نصرت است
در بوستاں سرائے تو کس باغباں نماند
صد بار رقص ہا کنم از خرّمی اگر
بینم کہ حسنِ دلکش فرقاں نہاں نماند
در رنج و دردِ مے گذرانیم روزگار
یارب ترحمیکہ دگر مہرباں نماند

کیا قرآن مجید میں غیر عربی الفاظ موجود ہیں؟

مشرقی پاکستان کے ایک مکتوب کے سوالات کا علمی جواب

{الفرقان کے اُم الالسنہ والے مضامین پڑھ کر کھلنا (مشرقی بنگال) سے ایک علم دوست صاحب نے ایک خط لکھا ہے ذیل میں اصل خط اور اُس کا جواب از قلم جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ شائع کیا جاتا ہے:-}

خط:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - مکرمی! - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

الفرقان نے جس کامیابی کے ساتھ عربی کو سب زبانوں کی ماں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے وہ مبارکباد کے قابل ہے - مجھے خود ان مضامین کے پڑھنے کا موقع ملا واقعی بڑی محنت کے ساتھ مواد اکٹھا کر کے ہر طرح سے مضامین کو مکمل بنانے کی کوشش کی گئی ہے لیکن پھر بھی بعض ایسی شخصیتیں ملتی ہیں جو ٹھوس دلائل کے باوجود حقیقت کا انکار کرتے ہیں اور ایسے مضامین جو تمام مسلمانوں کے لئے مشترکہ ہوں کی مخالفت اگر کسی مسلمان کی قلم سے ہی ہو تو پھر افسوس کا مقام ہے - ملاحظہ ہو علامہ شبلی نعمانی صاحب اپنی کتاب سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حصہ اوّل طبع پنجم میں صفحہ ۱۱۷ پر لکھتے ہیں:-

"عربی زبان نہایت وسیع ہے - باوجود اسکے جن چیزوں کو تمدن اور اسبابِ معاشرت سے تعلق ہے اُن کے لئے مخصوص عربی زبان میں الفاظ نہیں ملتے بلکہ ایران یا روم سے مستعار آتے ہیں - سکہ کے لئے ایک لفظ بھی موجود نہیں - درہم اور دینار دونوں غیر زبان کے الفاظ ہیں - درہم یونانی لفظ درخم ہے اور دینار وہی لفظ ہے جو انگریزی میں ڈرام ہو گیا ہے - چراغ معمولی چیز ہے تاہم اس کے لئے عربی میں کوئی لفظ نہ تھا چراغ کو لیکر سراج کر لیا - پھر ایک مصنوعی لفظ بنایا مصباح یعنی ایک آلہ جس سے صبح بنائی جاتی ہے - کوزہ کے لئے کوئی لفظ نہیں - کوزہ کو کوز کر لیا ہے - لوٹے کو ابریق کہتے ہیں جو آب ریز کا معرب ہے - تشت فارسی لفظ تھا اس کو عربی میں طست کر لیا ہے - پیالہ کو کاس کہتے ہیں وہی کاسہ فارسی لفظ ہے - کُرتی کو عربی میں ترطق کہتے ہیں یہ بھی فارسی ہے پائجامہ کو سروال کہتے ہیں جو شلوار کی بگڑی ہوئی صورت ہے -

جب ایسی چھوٹی چھوٹی چیزوں کے لئے لفظ نہ تھے تو تمدن کے بڑے بڑے سامان کے لئے کہاں سے لفظ آتے . . . . . ."

اب آپ ہی بتائیے کہ ان کا کیا جواب ہو سکتا ہے - براہِ مہربانی جلد از جلد جواب دینے کی کوشش کریں -"

(عبدالرحمٰن - کھلنا - مشرقی پاکستان)

الجواب (۱):- دراصل اگر میرے مضامین کو غور سے پڑھا جاتا

تو اِن سوالات کا جواب ان میں موجود تھا۔ مَیں لکھ چکا ہوں کہ سوائے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ عربی سے تمام زبانیں نکلی ہیں۔ خواہ وہ علماء متقدمین ہوں یا متاخرین۔ خواہ وہ شبلی ہوں یا سید سلیمان ندوی۔ اِسی وجہ سے ندوی صاحب نے عربی کی وسعت کا سبب عربوں کی تجارت اور سیاحت کو لکھا ہے۔ شبلی صاحب بھی اسی مغالطہ میں ہیں۔ اس بارے میں ملاحظہ ہو:۔ قسطِ اوّل صفحہ ۱۹ و قسطِ دوم صفحہ ۲۴ کالم ۲ جہاں مَیں نے لکھا ہے کہ عربی میں بعض دخیل الفاظ غیر زبانوں کے ہیں جو واپس عربی میں لوٹائے جا سکتے ہیں۔ اور ایسی قسم کے دخیل الفاظ سے کوئی زبان خالی نہیں ہو سکتی۔ (قسط ہفتم صفحہ ۳۲) نیز قسطِ چہارم صفحہ ۳۲ ملاحظہ فرمائیں جہاں مَیں نے ندوی صاحب کی غلطی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ غرض یہ ہے کہ اِن علماء کو اُمّ الالسنہ کے نظریہ سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے اسلئے اس قسم کی غلطیاں ان سے ہونا محلِ تعجب نہیں ہونا چاہیئے۔

(۲) اب مَیں شبلی صاحب کے الفاظ کو لیتا ہوں۔ (۱) ابریق بے شک آب ریز کا معرب ہے اور عربی میں دخیل ہے اور اس کی بنیاد ہے آب اور ریختن۔ عربی میں (عبّ۔ پانی پینا) کو کہتے ہیں۔ گویا فعل سے اسم بنایا گیا ہے اور عبّ کے معنے (پانی چڑھنا) جو

ریختن = RK = اراق (پانی گرانا)

پس ریختن میں "تن" علامتِ مصدری اراق پر لگائی گئی ہے۔

(۲) یہ بات کہ مصباح چراغ کے لئے بنایا گیا ہے ایک خوبی ہے نہ کہ نقص۔ مصدر صبح سے اسم آلہ مصباح ہے جو اپنی وجہ تسمیہ بیان کرتا ہے کیونکہ صبح کے معنے روشن ہونا ہیں۔ لیکن اسکے یہ معنے نہیں کہ چراغ کیلئے عربی زبان میں کوئی اور لفظ نہیں ہے۔ درجنوں لفظ چراغ کے لئے عربی میں موجود ہیں۔

(۳) اس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ سراج چراغ سے لیا گیا ہے۔ بلکہ معاملہ برعکس ہے۔ چراغ سراج کا معرب ہے۔ س کا تبادلہ چ میں عام بات ہے۔ اسرج کے معنے چراغ روشن کرنا ہیں۔ اور سرج کے معنے خوبصورت چہرہ والا ہونا ہیں۔ گویا سراج اپنی وجہ تسمیہ اپنے ساتھ رکھتا ہے اور اس کا مصدر بھی عربی میں موجود ہے۔ لفظ چراغ کی کوئی وجہ تسمیہ یا مصدر فارسی میں نہیں ہے اور یہ حجتِ قاطعہ ہے اس امر پر کہ چراغ جو ایک مہمل لفظ ہے عربی کی طرف لوٹ کر وجہ تسمیہ بیان کرتا ہے۔ پس یہ شبلی صاحب کی غلطی ہے کہ سراج کو چراغ سے مستعار ظاہر کیا۔

(۴) درخم یونانی لفظ ہے لیکن یہ درھم سے بنایا گیا ہے یہ قاعدہ ہے کہ ہائے ہوز KH کا بدل ہوتی ہے۔ پس درہم کو یونانیوں نے درخم کر لیا ہے۔ چنانچہ درھم (مالدار ہونا)۔

(۵) طشت = ت۔ ش۔ ت میں دوسرا ت حرف مکرر ہے۔ اور در اصل عربی لفظ طَسّ چلمچی کو کہتے ہیں۔ فارسیوں نے طس کو طشت کر لیا۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ چلمچی تھالی کیسے بن گئی۔ کیونکہ خاص مفہوم کو عام کر لینا لغت کا قاعدہ ہے۔

(۶) کاس صاف عربی لفظ ہے نہ کہ فارسی (دیکھو المنجد) یہ دھاندلی ہے کہ اسے فارسی کہا جائے۔ وَیُشْرِبُوْنَ مِنْ

کَاُنَس گَانَ مِرْاجُھَاذ بَجِیْلاً۔

(۷) قرطق اور سروال معرب ہوسکتے ہیں۔ بظاہر یہ دونو لفظ مرکب معلوم ہوتے ہیں۔ ہمیں معلوم نہیں کہ کس بنا پر انکا یہ نام رکھا گیا ہے۔ اگر وہ بنیاد مل جائے تو ہم انہیں حل[1] کردیں گے۔

جاننا چاہیئے کہ ہمارا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ ہم ہر لفظ کو حل کرسکتے ہیں کیونکہ بعض لفظوں کی ہمیں بنا معلوم نہیں اور بعض اس قدر بگڑ چکے ہیں کہ ان کا عربی ماخذ ناپید ہوگیا ہے علاوہ ازیں تمدنی الفاظ میں مختلف جہات سے ارتقاء ہوا کرتا ہے۔ مثلاً Cardinal کے معنے دروازے کی چابی کے ہیں محاورہ میں اسکے معنے اہم ہیں۔ جب پادریوں کی حکومت تھی تو اہمیت کے لحاظ سے پادریوں کو Cardinal کہنے لگے۔ اور اُس زمانے میں پادری سُرخ لباس پہنا کرتے تھے لہذا Cardinal کے معنے سُرخ ہوگئے۔ اب یہ ارتقاء دیکھو کہ چابی = اہم = پادری = سرخ۔ ایک کو دوسرے سے کوئی نسبت نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے الفاظ کو عربی کی طرف لوٹانا ضروری نہیں۔ یہی حال قرطق اور سروال کا ہے۔

(۸) یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ شبلی صاحب کا یہ اعتراض کہ تمدنی الفاظ عربی میں نہ تھے غلط ہے۔ دراصل تمدنی الفاظ انسانی ارتقاء کے سلسلہ میں عربی الفاظ پر ہی مبنی کئے گئے کیونکہ تمدن انسانی پیدائش کے آغاز سے بہت بعد کی بات ہے۔ حسب ضرورت انسان نے تمدنی الفاظ ایجاد کئے لیکن وہ الفاظ تھے عربی ہی۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ زبان کے اندر ارتقاء نہیں ہوتا۔ ارتقاء ہوتی

ڡ۱ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وفوق کل ذی علم علیم ——— (ابو العطاء)

ہے۔ لیکن بنا ان کی عربی ہی تھی[2]۔ کچھ الفاظ ایسے ہیں جو ابتدائی انسان کی ضروریات کو ادا کرنے والے تھے۔ مثلاً انگریزی میں sun سورج کو کہتے ہیں لیکن یہ عربی لفظ ہے سنا (بمعنی روشن)۔ جو انگریزی میں Shine بھی بولا جاتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ sun کی وجہ تسمیہ عربی نے بیان کی۔ اسی طرح پنجابی میں چاند کو چن کہتے ہیں اور یہاں بھی چ س کا بدل ہے بنیاد وہی سنا بمعنی روشن ہے۔ پنجابی میں تو چن بولا جاتا ہے لیکن اسے اشباع دیکر اور دال کے اضافے سے ہندی میں چاند کہا گیا اور چندرما چاند کا مزید علیہ ہے۔ چنانچہ ارض القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۵۰ پر عبارت ذیل ملاحظہ فرمائیں:۔

"شہر "اُور" اور شہر "حران" کے معبود کا نام سِن بمعنے چاند تھا۔ یہی لفظ سِن۔ چن۔ چاند اور چندرما بنا۔ لفظ سنا بمعنے روشنی کا اطلاق ایک قوم نے چاند پر کیا اور دوسری قوم نے سورج پر اسکو چسپاں کیا اور وجہ تسمیہ عربی نے بیان کی جو انگریزی یا سنسکرت میں ندارد ہے۔"

الفرقان میں آئندہ جو مضامین آرہے ہیں اُن سے پوری تسلی ایسے اعتراضات کے بارہ میں انشاء اللہ ہوجائیگی۔ بات یہ ہے کہ شبلی صاحب ہوں یا کوئی اور، اُم الالسنہ نظریہ کے پاس نہیں پھٹکا اور اسی وجہ سے یورپ کی تحقیق کے گرویدہ ہو کر ان علماء متاخرین نے بھی وہی غلطیاں کیں جو انکے پیشرو یورپ والوں نے کیں۔ میں نے یہ مختصر جواب لکھ دیا ہے آئندہ مضامین میں وضاحت ہوتی جائیگی۔ انشاء اللہ۔ (خاکسار محمد احمد مظہر از لائلپور)

ڡ۲ ابویق کی تحقیق بھی اس بات کیلئے ایک دلیل ہے۔ عربی میں (جو تمدن سے پہلے کی زبان ہے) عَبّ (پانی پینا) اور اَرَاق (پانی گرانا) موجود تھے۔ جوں جوں تمدن نے ارتقاء کیا تو لوگوں نے انہی دو مادوں سے ملا کر ایک نئی متمدن چیز (لوٹا) کا نام رکھ لیا۔ جس میں اراق کی خاصیت تا حال موجود ہے۔ جو ثابت کر دیتا ہے کہ وہ صحیح اس کی ابتداء عربی ہی سے ہے ÷

———

ایک دلچسپ علمی مکالمہ

(ابن رشد کے قلم سے)

جماعتِ احمدیہ قرآن مجید کو کس شان سے مانتی ہے؟

احمدیوں کے قرآن کریم پر ایمان لانے کے دس امتیازات

مَیں کراچی سے چناب ایکسپریس میں سوار ہونے کیلئے اسٹیشن پر آیا۔ کمرہ میں داخل ہوتے ہی ایک سفید ریش معمّر انسان کے پاس خالی جگہ پر بیٹھ گیا۔ گاڑی سٹیشن سے چلی ہی تھی کہ ایک ٹکٹ چیک کرنیوالا افسر اندر آگیا۔ اس نے ٹکٹ چیک کرنے شروع کر دیئے۔ میرا ٹکٹ دیکھ کر کہنے لگا "اچھا آپ ربوہ جائیں گے؟" مَیں نے کہا جی ہاں! وہ تو خاموش ہو گیا اور ٹکٹ چیک کرنے کے بعد دوسرے کمرہ میں چلا گیا۔ لیکن ربوہ کا نام سُن کر میرے کئی ہم سفر مجھے گھُور کر دیکھنے لگے۔ آخر اس معمّر ساتھی نے دریافت کیا "کیا آپ احمدی ہیں؟" مَیں نے کہا جی ہاں!۔ وہ کہنے لگے "آجکل ملک میں احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تحریک بڑے زور شور سے جاری ہے آپ کا اس کے متعلق کیا خیال ہے؟"۔ مَیں نے جواب دیا کہ "مَیں اس تحریک کو نادرست اور غلط سمجھتا ہوں، اس کی کوئی صحیح بنیاد نہیں"۔ میرے اِس جواب سے میرے ارد گرد بیٹھے ہوئے مسافر ہوگئے۔ ہو کو ہماری گفتگو سُننے لگ گئے۔ اگلا حصّہ گفتگو بہت دلچسپ ہے اسے مَیں ذیل میں "وہ" اور "مَیں" کے عنوان سے درج کرتا ہوں:۔

وہ:۔ یہ تحریک کیونکر غلط ہو سکتی ہے، بڑے بڑے علماء اس میں شامل ہیں۔

مَیں:۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ خدا کے راستباز بندوں کی مخالفت میں ہر زمانہ کے علماء پیش پیش رہے ہیں۔ حضرت امام مالکؒ، حضرت سید عبد القادر جیلانیؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ اور دوسرے ہزاروں صلحاء ان علماء کے ہاتھوں ہمیشہ دُکھ اٹھاتے رہے ہیں۔

وہ:۔ وہ زمانہ اور تھا اور وہ بزرگ تو نیک تھے احمدیوں کو ان پر قیاس کرنا غلط ہے۔

مَیں:۔ اگر کسی پہلو سے قدرے فرق ہو تو ممکن ہے لیکن مظلومیت میں تو ہم پہلے بزرگوں کے ساتھ بالکل شریک ہیں۔ وہ بھی قرآن مجید کو مانتے تھے ہم بھی قرآن مجید کو مانتے ہیں۔ وہ بھی قرآن مجید کی خاطر ستائے گئے اور ہمیں بھی قرآن مجید کی خاطر دُکھ دیا جا رہا ہے۔

وہ:۔ آپ تو عجیب بات کہہ رہے ہیں۔ کیا احمدی قرآن مجید کو مانتے ہیں؟ ہمیں تو بتایا گیا ہے کہ احمدیوں نے نیا قرآن بنا رکھا ہے۔

مَیں:۔ یہ بیان سراسر غلط ہے (یہ کہتے ہوئے مَیں نے اپنے بیگ سے قرآن مجید نکالا اور اپنے ساتھی کے ہاتھ میں دیدیا اور کہا یہ ہمارا قرآن شریف ہے اور اسی پر ہمارا ایمان ہے)

وہ:۔ (قرآن شریف کی ورق گردانی کرنیکے بعد) کیا سچ مچ آپ لوگوں پر یہ جھوٹا الزام ہے کہ آپ قرآن کے منکر ہیں؟

مَیں:۔ یقیناً یہ جھوٹا الزام ہے۔ خدا شاہد ہے کہ ہم قرآن مجید کو خدا تعالیٰ کا کامل کلام اور اس کی آخری شریعت مانتے ہیں

بلکہ سچ تو یہ ہے کہ جس طرح ہم لوگ قرآن شریف پر ایمان لاتے ہیں ویسا ایمان آجکل کے دوسرے لوگ نہیں لاتے۔

وہ :۔ مہربانی کرکے اُسکی ذرا وضاحت کیجئے کہ ہم لوگوں کے اور آپ لوگوں کے قرآن پر ایمان لانے میں کیا فرق ہے ؟

میں : سنیئے سُنیئے !۔ اوّل جماعت احمدیہ قرآن مجید میں سے کسی آیت کے منسوخ ہونیکی قائل نہیں ہے ۔ احمدیوں کے عقیدہ کی رُو سے سورۃ فاتحہ سے لیکر سورۃ والناس تک ہر لفظ اور ہر حکم قائم رہے گا۔ باقی تمام فرقے کسی نہ کسی رنگ میں قرآن مجید میں منسوخ آیات مانتے ہیں۔ دوم جماعت احمدیہ کے نزدیک قرآن مجید کی آیات اور اسکے الفاظ میں ترتیب موجود ہے، وہ غیر مرتب اور غیر منظم کلمات کا مجموعہ نہیں۔ اسکی ہر آیت دوسری آیت کے ساتھ اسی طرح جڑی ہوئی ہے جس طرح ایک لڑی میں پروئے ہوئے موتی ہوتے ہیں۔ سوم۔ ہمارے نزدیک قرآن مجید کی آیات اور اسکے الفاظ میں تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی۔ جو لفظ اللہ تعالیٰ نے جہاں رکھا ہے وہ اسی جگہ کے لئے موزوں ہے۔ چہارم۔ ہمارے نزدیک قرآن مجید کے علوم نہ ختم ہونیوالا خزانہ ہے اور اس کے معارف کی کوئی حد نہیں۔ چونکہ قرآن مجید کامل شریعت ہے اسلئے انسانوں کی ہر ضرورت کا علاج اس میں موجود ہے۔ بنابریں ہم لوگ پہلے مفسرین کی پوری عزت کرنیکے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی نئی صحیح تفسیر کے بھی قائل ہیں اور یہ امر ہمارے نزدیک قرآن مجید کی صداقت کی ایک دلیل ہے۔ پنجم۔ جماعت احمدیہ کے نزدیک قرآن مجید میں بیان شدہ واقعات انبیاء نیز ان کے مکذبین کے حالات محض پُرانے قصے نہیں جو عبرت کیلئے ذکر ہوئے ہوں بلکہ ان میں عظیم الشان پیشگوئیاں بھی ہیں جو اپنے اپنے وقت پر پوری ہو کر قرآن کریم کی صداقت پر مُہر کرتی ہیں۔ ششم۔ جماعت احمدیہ کے نزدیک قرآن مجید سارے دین کی بنیاد ہے اور باقی تمام چیزیں حتّٰی کہ احادیث نبویہ بھی اس کے تابع ہیں۔ کوئی قول یا حدیث جو قرآن کے مخالف ہو ہمارے نزدیک حُجّت نہیں۔ ہم دین کے معاملہ میں قرآن مجید کو مرکزی اور بُنیادی چیز یقین کرتے ہیں۔ ہفتم۔ ہمارے عقیدہ کی رُو سے قرآن مجید کی زبان تمام دنیا کی زبانوں کی ماں ہے۔ ہم عربی زبان کو اُمّ الالسنہ مانتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اسی لئے قرآن مجید کو جو اُمّ الکتب ہے عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے۔ گویا جس طرح قرآن مجید تمام آسمانی صحیفوں کا جامع اور سرچشمہ ہے اسی طرح عربی زبان تمام زبانوں کی ماں اور سرچشمہ ہے۔ ہشتم ہمارے عقیدہ کی رُو سے قرآن مجید خالص عربی زبان میں ہے اس میں کوئی لفظ غیر عربی نہیں ہے۔ ہم اس عقیدہ میں بھی عام مفسرین سے منفرد ہیں۔ نہم۔ جماعت احمدیہ کے نزدیک قرآن مجید کی تفسیر میں ان قصوں کا داخل کرنا جو انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے منافی ہیں یا ان سے ملائکہ کی ذات پر کوئی زد پڑتی ہے۔ سراسر غلط طریق ہے۔ ہم لوگ ایسی تفسیروں کے قائل نہیں ہیں اور ہمارے نزدیک قرآن کی کسی آیت کی بہتر تفسیر وہ ہے جو دوسری آیات سے ثابت ہو یا جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت اور عربی لُغت کی تائید حاصل ہو۔ ہمارے نزدیک علماء کی غلط تفسیریں نے

اُمت میں شدید تفرقہ پیدا کر دیا ہے۔ درحقیقت ہم قرآن مجید کو زندہ کتاب الٰہی تسلیم کرتے ہیں وہ ہر قسم کی لفظی اور معنوی تحریف سے محفوظ ہے وہ ایک زندہ پھلدار درخت کی طرح ہر زمانے میں اپنا تازہ پھل دیتا ہے۔ یہ وہ دس پہلو ہیں جن کی رُو سے ہمارے اور دوسرے علماء کے قرآن مجید کے ایمان لانے میں فرق سمجھا جا سکتا ہے۔ ان دس شقوں میں وہ ہم سے مختلف ہیں پس یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ درحقیقت قرآن مجید پر ہم ہی صحیح طور پر ایمان لانے والے ہیں۔

وہ :۔ آپ نے لمبی تقریر کی ہے مگر مجھے شبہ ہے کہ ہمارے علماء کے متعلق اس تقریر میں آپ نے جو کہا ہے وہ درست ہو۔ کیا علماء سچ مچ قرآن میں منسوخ آیتیں مانتے ہیں؟

میں :۔ جی ہاں! علماء کے نزدیک پانسو آیتوں سے لیکر کم از کم پانچ آیتوں تک منسوخ ہیں۔ آپ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا رسالہ "الفوز الکبیر" اور امام جلال الدین السیوطی کی کتاب "الاتقان" ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ میرے بیان کردہ جملہ امور حرف بحرف درست ہیں۔

وہ :۔ اچھا کیا یہ بھی درست ہے کہ ہمارے علماء قرآن مجید میں تقدیم و تاخیر کے قائل ہیں اور اس میں ترتیب نہیں مانتے؟

میں :۔ جی ہاں یہ بھی درست ہے۔ کیا آپ نے علماء سے یہ نہیں سنا کہ آیت یاعیسیٰ اِنّی متوفیک ورافعک الیّ میں رافعک درحقیقت پہلے ہے اور متوفیک پیچھے ہے۔

وہ :۔ آپ کی باتیں تو بہت اچھی ہیں لیکن اگر یہاں پر کوئی ہمارا عالم ہوتا تو آپ کو جواب دے سکتا تھا۔

میں :۔ اس جگہ کوئی مباحثہ تو مقصود نہیں، آپ کے استفسار پر میں نے اپنے قرآن پر ایمان کی کیفیت بیان کی ہے۔

یکے از حاضرین :۔ (اس معمر بزرگ کی خاموشی کو دیکھ کر ایک اور مسافر بول اُٹھے) آپ نے قرآن کی جس عظمت کا ذکر کیا ہے وہ آپ صرف ہماری خاطر ذکر کر رہے ہیں آپ کی جماعت کے بانی نے تو قرآن مجید کی یہ عزت قائم نہیں کی۔

میں :۔ بھائی صاحب! آپ کو غلطی لگی ہے۔ میں نے قرآن مجید کی جس عظمت کا ذکر کیا ہے وہ اس زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے ہی ہمارے دلوں میں قائم کی ہے اور آپ لوگوں کو خوش کرنے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ یہ تو ایمان کا معاملہ ہے اور ہم میں سے ہر ایک نے مر کر خدا کے سامنے پیش ہونا ہے۔

وہی صاحب :۔ اگر یہ بات درست ہے تو کیا آپ بانی سلسلہ کی کسی کتاب میں سے اس قسم کا مضمون دکھا سکتے ہیں؟

میں :۔ سفر کی حالت میں اور کتابیں تو پاس نہیں صرف "کشتی نوح" موجود ہے۔ اس میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے جماعت کو تعلیم دیتے ہوئے فرمایا ہے :۔

"تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے۔ کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کیلئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور

تمام آدمزادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اسکے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کیلئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔" (کشتی نوح صـ۱۳)

وہ :- (جب اس عبارت کو نہایت درد انگیز اور بلند آواز میں پڑھ کر سنایا گیا اور سب حاضرین نے پوری توجہ سے سُنا تو کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد پہلے معمر بزرگ بولے) اگر یہ عبارت بانیٔ سلسلہ کی ہے تو اس سے ظاہر ہے کہ احمدی جماعت قرآن مجید کا پورا احترام کرتی ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب نبیوں کا سردار مانتی ہے۔ پھر تعجب ہے کہ ہمارے علماء ایسی جماعت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے کیوں تحریک چلا رہے ہیں؟

... (کتاب کشتی نوح پیش کرتے ہوئے) آپ حضرات کتاب ملاحظہ فرما سکتے ہیں اور اس بارے میں خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔ باقی رہی علماء کی مخالفت اور اُن کی تحریک سو میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ تمام اہل حق صلحائے اُمت اِن ظاہر پرست علماء کے ہاتھوں ستائے جا چکے ہیں اور آج ہم ستائے جا رہے ہیں۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد اُمت کے درد مند لوگ ہماری مظلومیت کی بھی داد ضرور دینگے۔

اِس مرحلہ پر پہنچے تھے کہ روہڑی کا اسٹیشن آ گیا اور وہ معمر دوست کوئٹہ جانے کے لئے پنجاب ایکسپریس سے اُتر گئے۔ جاتے ہوئے نہایت اصرار سے کتاب کشتی نوح اپنے ساتھ لے گئے اور وعدہ کیا کہ میں پورے غور سے اِس کتاب کو پڑھوں گا اور احمدیہ تحریک کا مطالعہ کروں گا +

شذرات

دُنیا کی بلند ترین چوٹی سَر کر لی گئی!

ہمالیہ کی بلند ترین چوٹی "مونٹ ایورسٹ" جو زبانِ حال سے ابتدائے آفرینش سے انسانوں کو چیلنج کرتی رہی ہے گذشتہ ماہ سَر کر لی گئی اور آدم زادوں کے پاؤں تھوڑی دیر کیلئے اس چوٹی پر پہنچ گئے۔ دوسری بلند ترین چوٹی "نانگا پربت" بھی اسی عرصہ میں سَر کی جا چکی ہے۔ انسان کا ان بلند ترین چوٹیوں تک پہنچنا کوئی اتفاقی حادثہ نہیں بلکہ یہ اُس مسلسل اور پیہم جد و جہد کی انتہا ہے جو سالہا سال سے ہمت و عزیمت کے پُتلے انسان وفود کی صورت میں کر رہے تھے۔ آخر وہ بلند منزل جسے نسلِ آدم صدیوں تک ناقابلِ تسخیر تصور کرتی تھی انسان کی ہمت سے پا افتادہ ہو گئی۔ یہ کارنامہ انسان کی اولوالعزمی، اسکے آہنی عزم اور اسکی بلند پروازی پر محکم دلیل ہے۔ اِس سے ظاہر ہے کہ کائناتِ عالم انسان کیلئے مسخر ہے۔ اور خداوند تعالیٰ کے قانون کو مدِ نظر رکھتے ہوئے انسان بلند سے بلند تر منزل تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ بہت سی باتیں عام حالات میں انہونی سمجھی جاتی ہیں لیکن انسان کی حقیقی سعی سے وہ معرضِ وجود میں آ جاتی ہیں۔

پُرانی تاریخ اور آثارِ قدیمہ سے پہاڑوں کی غاروں میں آبادیوں کے دیرینہ نشانات ملتے ہیں۔ انسانوں نے بسا اوقات اپنے ہم جنسوں کے مظالم سے تنگ آکر پہاڑوں کے دامن میں پناہ لی ہے لیکن بلند چوٹیوں کو بطور مشغلہ اور کارنامہ سَر کرنے کا طریق ہمالیہ ہمارے زمانہ کی قابلِ رشک ایجاد ہے۔ ظاہر ہے کہ موجودہ زمانہ کی ایجادات ہوائی جہاز وغیرہ نے انسان کی توجہ کو اِس طرف پھیرا ہے۔ قرآن مجید کے اشارہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری زمانہ میں انسان پہاڑوں کو سَیر گاہ بنائیں گے وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ۔ قرآن مجید کی اِس پیشگوئی کے مطابق کچھ پہاڑ اڑائے بھی گئے ہیں اور بہت سے پہاڑی مقامات تفریح گاہوں کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ علم الجبال ایک مستقل علم ہے۔ قرآن مجید نے اِس بارہ میں نہایت واضح اور اصولی ہدایات دی ہیں اور پہاڑوں کے وجود کو اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اسکے محکم نظام پر شاہدِ ناطق ٹھہرایا ہے۔ اِسوقت ہم اس بارے تفصیلی مضمون کو بیان نہیں کر رہے ہمارا مدعا یہ ہے کہ انسان خدائے حکیم کی اس پُر حکمت کتاب کی طرف بھی توجہ کریں جس نے چودہ صدیاں قبل عرب کے صحرا سے اعلان کیا تھا وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ کہ وہ وقت بھی آنے والا ہے جب پہاڑوں کو سَیر گاہ بنایا جائیگا اور انسان ان بلند چوٹیوں کو سَر کر لینگے۔ کاش کہ مونٹ ایورسٹ کو سَر کرنیوالے مسلمان ہوتے، نانگا پربت کی برف پوش چوٹیوں تک پہنچنے والے اسلام کے علمبردار ہوتے تو وہ ان بلند چوٹیوں پر اقوامِ متحدہ، بھارت، نیپال اور پاکستان وغیرہ ممالک کے جھنڈے گاڑنے پر اکتفا نہ کرتے بلکہ وہ اس بلند ترین مقام پر پہنچتے وقت آیتِ قرآنی وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ کو باوازِ بلند پڑھتے اور تمام مقامات سے اونچے مقام پر اسلام اور قرآن کا جھنڈا بلند کرتے اور اس زمین کی اعلیٰ ترین سطح پر سے اللہ اکبر کہتے ہوئے خدائے واحد کی سطوت و جبروت کا اعلان کرتے ہم یقین رکھتے ہیں کہ اِس آخری دَور میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے نوجوان کسی دن یہ کارنامہ بھی کر دکھائیں گے کیونکہ یہ بھی دُنیوی اولوالعزمی کا ایک نشان ہے اور زندہ قوموں کے نونہال سر بلندی میں دوسروں

سے پیچھے رہنا پسند نہیں کرتے۔

اس مناسبت سے قرآن کریم کی یہ آیات خاص توجہ کے قابل ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ۝ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝ (البلد ۱۱-۱۷) کہ انسان جو گھاٹیوں میں گھستا ہے، چوٹیوں کو پھاندتا ہے وہ روحانیت اور اخلاق کی اس بلند اور صبر آزما منفعت بخش چوٹی کو سر کرنے کے درپے کیوں نہیں ہوتا جو غلاموں کی آزادی، بندھنوں میں جکڑے ہوؤں کی رہائی اور قرضوں میں مبتلا انسانوں کی خلاصی کا نام ہے وہ قحط اور بھوک کے دنوں میں یتیموں اور مسکینوں کو کھانا مہیا کرنے پر بھی مشتمل ہے، نیز ایمان، صبر اور شفقت علیٰ خلق اللہ کی بلند چوٹی ہے؟ کتنے پیارے یہ الفاظ ہیں اور کس قدر حکیمانہ انداز میں انسان کی روحانی استعدادوں کو ان میں ابھارا گیا ہے۔ اے کاش مسلمان قرآن حکیم پر تدبر کی عادت ڈالیں ؎

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

حرمتِ خمر کیوں؟

قرآن مجید نے شراب کو رجس اور ناپاک ٹھہرایا، اس کا پینا حرام قرار دیا اور یہ اعلان چودہ سو سال پیشتر جزیرۂ عرب میں کیا گیا۔ قرآن مجید نے شراب اور جوئے کو حرام قرار دیتے ہوئے ایک جگہ فرمایا ہے اِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا کہ ان کا نقصان ان کے نفع سے بدرجہا بڑھ چڑھ کر ہے۔ غیر مسلم قومیں قرآن مجید کے اس بیان کو "عرب کے ایک بادیہ نشین کا نظریہ" کہتی تھیں مگر آج علم و تحقیق کے دور میں ڈاکٹر رابرٹ پیرسن کے تجربہ پر مشتمل حقائق یہ ذیل ان کی آنکھیں کھولنے اور قرآن مجید کی افضلیت ثابت کرنے کے لئے کافی ہے :-

"بمبئی ۱۰ جون انسداد مے نوشی کے بین الاقوامی ادارہ کے صدر ڈاکٹر رابرٹ پیرسن نے کہا ہے کہ قتل اور ڈاکہ کے جرائم اور انفرادی اور اجتماعی آلام و مصائب کا سب سے بڑا محرک شراب ہے۔ شہوانی جرائم ۵۰ سے ۸۰ فیصدی تک شراب نوشی کا نتیجہ ہوتے ہیں اور دوسرے جرائم کی تہ میں بھی اکثر شراب نوشی کے اثرات شامل ہوتے ہیں۔

شراب سے محصول ٹیکس وغیرہ کی صورت میں سرکاری آمدنی ایک باطل و پُر فریب تصور ہے، بلکہ یہ آمدنی تو عوام کی جیب پر قانونی ڈاکہ زنی کے مترادف ہے۔ امریکہ میں اس سے معقول آمدنی ضرور خزانہ سرکاری میں داخل ہوتی ہے لیکن اس سے ۲۰ گنا خرچ بھی تو مجرموں کی گرفتاری اور جرائم کی روک تھام پر ہو جاتا ہے۔" (صدق جدید لکھنؤ)

حضرت مسیح کی صلیبی موت؟

جناب شورش کاشمیری کی کتاب "اس بازار میں" پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک مسیحی سب جج جناب اسحاق رحیم بخش صاحب نور الٰہی اپنے مضمون "غلط ہائے مضامین" میں لکھتے ہیں :-

"اگرچہ آیت قرآنی مَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ کی تفسیر و تاویل میں خود مسلم علماء متفق الرائے نہیں اور کئی محقق مسیحی ایمان اور مؤرخین کی تائید کرتے ہیں۔ تاہم میں دریافت کرتا ہوں کہ کیا آیت بالا کسی رومی نشان کا انکار کرتی ہے یا یہودیوں کی اس لاف کی جو وہ ایک واقعہ کی نسبت ہانکتے تھے۔"

(ہفت روزہ عادل لاہور ۱۲ اپریل ۱۹۵۳ء)

جناب سب زج صاحب نے آیت قرآنی وما قتلوہ وما صلبوہ کی تفسیر میں مسلمان مفسرین کے متفق الرائے نہ ہونے کا ذکر کیا ہے لیکن انہیں خوب معلوم ہے کہ جملہ مسلمان مفسرین اس بات پر بہر حال متفق اور متحد ہیں کہ حضرت مسیح صلیب پر مصلوب نہیں ہوئے اور نہ ہی یہود کے ہاتھوں مقتول ہوئے۔ یہود اپنی کتاب استثناء کے مطابق مسیح کو صلیب پر مار کر لعنتی ثابت کرنا چاہتے تھے۔ مسیحیوں نے انکے اصل دعویٰ کو تسلیم کر کے کہہ دیا کہ :-

(الف) "مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اُس نے ہمیں مول لیکر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔" (گلتیوں ۳/۱۳)

(ب) "اس نے اپنے بیٹے کو گناہ آلودہ جسم کی صورت میں اور گناہ کی قربانی کیلئے بھیجکر جسم میں گناہ کی سزا کا حکم دیا۔" (رومیوں ۸/۳)

گویا یہودی اور عیسائی حضرت مسیح کی صلیبی موت پر متفق ہو گئے قرآن مجید نے ان کے دعویٰ کو رد فرمایا۔ اس نے اعلان فرمایا کہ نہ مسیح مصلوب یا مقتول ہوئے اور نہ ہی وہ لعنتی بنے، وہ تو صلیبی موت سے بچائے گئے اور انہیں بارگاہِ ایزدی میں رفع حاصل ہوا۔ مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ۔

گویا صلیبی عقیدہ جو انسانیت کی گمراہی کا موجب ہوا تھا قرآن مجید نے نسلِ آدم کو اس سے نجات بخشی ہے اور آیت ما قتلوہ وما صلبوہ نے یہود کی لاف زنی اور نصاریٰ کی بے راہروی کا ہر دو کی تردید فرمائی ہے۔ مسلمان مفسرین حضرت مسیح کے صلیبی موت سے بچنے کے طریق میں اختلاف رکھتے ہیں۔ لیکن ان کے مصلوب و مقتول نہ ہونے پر تو سب کا اتفاق ہے۔

انجیل کو نیا عہد کہنا دوسری صدی کی ایجاد ہے!

پھر مسیحی سب زج صاحب اسی مضمون میں لکھتے ہیں :-

"اہلِ اسرائیل نے اپنی مقدس کتاب کو جسے ہم مسیحی عہد عتیق کے نام سے موسوم کرتے ہیں تین حصّوں میں منقسم کیا تھا۔

توریت یا توریتا - یہ حضرت موسیٰ کی پانچ کتب پر مشتمل ہے۔

نبیئیم - اس میں صحائف یشوع - قضاۃ - سموئیل - سلاطین یسعیاہ - یرمیاہ - حزقی ایل اور بارہ دیگر انبیائے اصغر شامل ہیں۔

کیتھوبیم - اس میں حضرت داؤد کے زبور، امثال سلیمان، ایوب - روت - غزلات سلیمان - نوحہ واعظ - آستر حضرت دانیال - عزراہ - نحمیاہ اور تواریخ شامل ہیں۔

"پرانا عہد" اور "نیا عہد" کا استعمال تو مسیحی علماء نے دوسری صدی کے آخری دور میں کیا تھا۔"

اس اقتباس سے ثابت ہے کہ انجیل کا نام "نیا عہد" یا عہد جدید رکھنا بعد کی ایجاد ہے۔ ہوشیار مسیحی علماء نے دیکھا کہ تورات و کتب سابقہ میں ایک نئے عہد کی پیشگوئی ہے، ایک نئے گیت کے گائے جانے کا بیان ہے، ایک صاحب الشریعت کے ظہور کی خبر ہے انہوں نے جھٹ موجودہ انجیل کو "نیا عہد" کہنا شروع کر دیا حالانکہ حضرت مسیح نے ایسا نہ کہا تھا۔ اس سے مسیحی علماء کی غرض یہ تھی کہ لوگوں کی نظر آنے والی شریعت اور آنے والے عہد جدید سے ہٹ جائے اور وہ کسی موعود "نئے گیت" کے منتظر نہ رہیں صحف سابقہ کی علامات کے رُو سے قرآن مجید ہی وہ نیا عہد نامہ ہے جس کا وعدہ حضرت موسیٰ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی معرفت دیا گیا تھا۔ ہم اس موضوع پر الفرقان (سالانہ نمبر بابت ماہ نومبر دسمبر ۱۹۵۱ء) میں مفصل بحث کر چکے ہیں۔ مسیحی سب زج صاحب کے الفاظ سے ہمارے

بیان کی تائید ہوتی ہے۔

تورات اور مسیحی کلیسا کا الوہیتِ مسیح کے متعلق غلط عقیدہ

مسیحی سب جج اسحاق رحیم بخش صاحب لکھتے ہیں کہ "مسیحی کلیسا یہودیت کا تسلسل ہے۔ حضرت موسیٰ کی معرفت دیئے گئے دس احکام ہماری عبادت کا جزو ہیں۔ پہلا حکم یہ ہے کہ تیرے لئے میرے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں"۔ اس عبارت کے لکھنے والے کے متعلق یہ وہم نہیں ہو سکتا کہ وہ مسیح یا کسی اور کو بھی خدا یا خدا کا بیٹا کہیگا مگر مسیحیوں کے عقیدہ کی پیچیدگی کا یہ عالم ہے کہ اسی مذکورہ عبارت کا راقم اس کے معاً بعد لکھتا ہے کہ:۔

"ربنا المسیح کی عجیب و غریب شخصیت نے ہر انسان کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا حضور کا ظہور طبعی اصول کے خلاف عمل میں آیا۔ آپ (شورش کاشمیری) کے ایمان کے مطابق انہوں نے مہد میں کلام کیا اور خاک سے چرند و پرند بنائے بخلافِ معمول ہر انبیاء و ہر ذی روح مسِ شیطان سے محفوظ رہے (مشارق الانوار حدیث ۱۹۲۹) آیۃ للعالمین ہوئے (انبیاء۔۹۱) غیب دان تھے (سورہ آل عمران ۴۳) حالانکہ غیب کا علم جاننا صرف اللہ کی شان ہے (سورہ جن آیت ۲۶) ہمارے اور آپ کے ایمان کے مطابق مادر زاد اندھوں نے بینائی پائی۔ مُردے زندہ ہوئے کوڑھی پاک صاف ہوئے، مائدہ نازل ہوئی۔ دیگر انبیاء بشر کی مانند ایک کلمہ استغفار کا انکے لبِ پاک سے نہ نکلا"

مسیحی سب جج صاحب نے عام مسلمانوں کے بعض عقائد سے حضرت مسیح کی الوہیت پر استدلال کیا ہے جو از روئے حقیقت سراسر غلط ہے۔ سب سے پہلے تو یہ امر قابلِ توجہ ہے کہ ان امور اور خیالات کا نتیجہ اگر الوہیتِ مسیح کا اثبات ہے تو قرآن مجید نے انکے ذکر کے باوجود "ربنا المسیح" کہنے والوں کو غلط کار بلکہ کفر کرنیوالے کیوں قرار دیا ہے؟ پس معلوم ہوا کہ مسیحی صاحبان جس رنگ میں ان بیانات کو سمجھتے ہیں وہ غلط ہے اور ان سے ان کا الوہیتِ مسیح کا نتیجہ نکالنا غلط تر۔ دوسرے مذکورہ امور اپنی صحیح تشریح کے ساتھ حضرت مسیح کو الوہیت کے مقام پر ہرگز ثابت نہیں کر سکتے۔ مسیح کی بن باپ پیدائش اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نشان تو ہے مگر اس سے مسیح کا خدا ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ قرآن مجید نے حضرت آدمؑ کو بے باپ اور بے ماں قرار دیا ہے۔ پولوس نے ملک صدق شالیم کے متعلق لکھا ہے:۔

"یہ بے باپ ماں بے نسبنامہ ہے نہ اسکی عمر کا شروع نہ زندگی کا آخر بلکہ خدا کے بیٹے کے مشابہ ٹھہرا۔" (عبرانیوں ۷)

حضرت مسیح کے مہد میں کلام کرنے سے بھی انکی الوہیت ثابت نہیں ہو سکتی۔ اوّل تو اسکے معنے نبیوں کی طرح معجزانہ کلام کرنیکے ہیں لیکن بالفرض اس کا مفہوم گود میں کلام کرنا بھی ہو تب بھی نہ مسیح اس میں منفرد ہیں اور نہ ہی یہ دلیلِ الوہیت ہے۔ "خاک سے چرند و پرند بنانے" کی بھی ایک ہی کہی۔ قرآن مجید میں مسیح کے روحانی پرندے بنانے کا ذکر ہے جو فضائے روحانیت میں پرواز کرتے تھے لیکن اگر بعض مفسرین کے قول کے مطابق اس سے ذرا سی دیر اُڑتے والے پرندے بھی مراد لے لئے جائیں تب بھی حیرت ہے کہ جناب سب جج صاحب نے "چرند" کہاں سے نکال لئے؟ قرآن مجید نے سورۂ انبیاء کی آیت لا یسبقونه بالقول وهم بامره يعملون میں سب نبیوں کو معصوم قرار دیا ہے۔ عصمت انبیاء کا خاصہ ہے۔ مسیح پر یہود کا شدید الزام تھا کہ اسے مسِ شیطان ہوا ہے اور وہ شیطان کی مدد سے معجزے دکھاتا ہے (لوقا ۱۱/۱۵) اسلئے بطور بریت اسلامی لٹریچر میں مسیح کو مسِ شیطان سے پاک ٹھہرایا گیا ہے۔ مشارق الانوار میں جہاں مسیحؑ کے مسِ شیطان سے پاک ہونیکا ذکر ہے وہاں یہ بھی مذکور ہے کہ ماں باپ کی دعا سے ہر بچہ مسِ شیطان سے پاک ہو سکتا ہے۔

(باقی آئندہ)

تحقق نبأ القرآن العظیم

قال تعالیٰ فی کتابہ العزیز - وحرام علی قریة اهلکناها أنهم لا یرجعون - حتی اذا فتحت یاجوج و ماجوج وهم من کل حدب ینسلون - واقترب الوعد الحق فاذاهی شاخصة ابصار الذین کفروا یا ویلنا قد کنا فی غفلة من هذا بل کنا ظالمین" (سورة الانبیاء)

هذا هو النبأ العظیم الذی کان قدر ظهوره فی الزمن الاخیر - ان یاجوج ماجوج قومان من اقوام الدنیا حصلت لهما السیطرة والغلبة علی سائر اقالیم العالم فاخذوا یفسدون فی الارض و یعیثون فیها فساداً و هناک اقتضت غیرة الله ان یحقق وعده الحق و یرسل من عنده من ینقذ الناس من براثن الطاغیتین یاجوج ما جوج - وتقول التوراة ان ماجوج و جومر من اولاد یافث بن نوح (تکوین ۱۰ : ۲) ثم ورد فی سفر حزقیال "و انت یا ابن آدم تنبأ علی جوج و قل هکذا قال السید الرب ها انا ذا علیک یا جوج رئیس روش ماشک و تو بال ... وارسل ناراً علی ماجوج وعلی الساکنین فی الجزائر آمنین فیعلمون انی انا الرب" (۳۹ : ۱ - ۶)

فقد ثبت ان الروس هم یاجوج وان سکان الجزائر من بریطانیا وغیرها هم ماجوج من نسل یافث وقد اتخذت کلتا الطائفتین نظریة خاصة تصطدم وجهة نظر الاخری ان روسیا هی الاشتراکیة وان بریطانیا و امریکا هما الاستعماریة وهاتان النظریتان بینهما کفاح مستمر، وأمم العالم هی لهما لحم علی وضم، وقد قال تعالی فی حق یاجوج و ماجوج و هم من کل حدب ینسلون - و قال الامام الراغب الاصفهانی :-

"یاجوج و ماجوج منه شبهوا بالنار المضطرمة والمیاه المتموجة لکثرة اضطرابهم" (المفردات)

و جاء فی سفر رؤیا یوحنا اللاهوتی بأن خاتم النبیین (ملک الملوک و رب الأرباب) صلی الله علیه وسلم یظهر فی وقته، و یصبح الشیطان والدجال عند مبعثه مقیداً لمدة الف سنة" و بعد ذلک ورد ما نصه :

> "ثم متی تمت الالف السنة یحل الشطان من سجنه و یخرج لیضل الامم الذین فی اربع زوایا الارض جوج و ماجوج لیجمعهم للحرب الذین عددهم مثل رمل البحر فصعدوا علی عرض الارض واحاطوا بمعسکر القدیسین و بالمدینة المحبوبة فنزلت نار من عند الله من السماء واکلتهم" (۲۰ : ۷ - ۹)

Regd L. No. 5708

[illegible] ۱۹۵۳

فتعین ان زمن خروج یاجوج و ماجوج ھو بعدالالف بعدالنبی صلی اللہ علیہ وسلم و ھم الروس والانجلیز و نحن نری ان ھذا النبأ قد تحقق و انہ قد فتحت یاجوج و ماجوج و ھم من کل حدب ینسلون و نحن علی یقین بان سائرالنباعن مصیر ھؤلاء سیظھر صدقہ بعد قلیل و ھنالک تتم کلمۃ ربک و ھو احکم الحاکمین و سیکون الاسلام دین العالمین ۔

رسالہ ریویو آف ریلیجنز کا تبصرہ

جناب ایڈیٹر صاحب ماہ نامہ (Review of Religions) لکھتے ہیں :-

'AL-FURQAN'

Al-Furqan a monthly magazine in Urdu, edited by our former missionary of Arab countries, Maulana Abul Ata Jalandhari, the principal of Ahmadiya Theological College is published from Ahmadnagar, District Jhang. As the name indicates, the journal aims to disseminate the light of the Holy Quran in all its aspects. And it fulfil its avowed object with remarkable success. The articles are contributed by the noted Ahmadiyya divines and are the result of diligent research. It is our earnest prayer that the beneficient Lord may grant this harbinger of truth ever-increasing and lasting success. *Amen.*

(February, 1953)



Masood Ahmad 'Anees'
H. U.
QADIAN. (E. P.)

قیمت فی پرچہ
آٹھ آنہ

سالانہ چندہ
پانچ روپے

طابع و ناشر ابوالعطاء جالندھری نے [illegible] پرنٹنگ پریس سرگودھا میں طبع کرا کر
دفتر الفرقان احمد نگر (ربوہ) سے شائع کیا